اُصولِ تفضیل

یعنی

فضیلت وتفاضل اور ان کی بنیادیں

اس میں فضیلت کے مفہوم، مصداق، اسباب ووجوہات، شرائط وضروریات، مختلف اعمال واشخاص کی فضیلتیں اور ان کی بنیادوں پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔

تالیف:

مفتی عبید الرحمٰن صاحب، مردان

رئیس دارالافتاء والارشاد، مردان

مکتبہ دارالتقوی، مردان

٠٣٠٠-٩٣٢٦١٠١

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب: -----فضیلت وتفاضل اور ان کی بنیادیں

مصنف:-------مفتی عبید الرحمان، مردان

صفحات:-------۸۲(تقریباً)

تاریخِ اشاعت: ربیع الاول ۱۴۴۶ھ

ناشر: مکتبہ دارالتقوی، مردان

ملنے کا پتہ: دارالافتاء والارشاد، مردان: ۰۳۰۰۹۳۲۶۱۰۱

فہرست مضامین

تعارفِ کتاب

مولوی عمر فاروق دیروی

حضرت مفتی عبید الرحمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ (رئیس دارالافتاء والارشاد، مردان) کو اللہ رب العزت نے تصنیف و تالیف کے پر خار میدان میں خاص ملکہ عطاء فرمایا ہے، حضرت مفتی صاحب جب بھی کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں ، تو نصرت ایزدی سے ایسا سیر حاصل بحث فرماتے ہیں کہ اس موضوع سے متعلق ہر گوشے کو خوب نمایاں کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کی کئی تصانیف کو اللہ رب العزت نے خوب شرف قبولیت سے نوازا ہے، اہل علم حضرات مفتی صاحب کی تصانیف کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

دیگر کتب کی طرح اس کتاب پر بھی حضرت مفتی صاحب نے خوب محنت کی ہے اور موضوع کا خوب حق ادا کیا ہے۔

کتاب جامع ، مستند اور حوالہ جات تحقیقی اور بہت قیمتی ہیں، زبان و انداز بیان کے اعتبار سے بھی نہایت ہی سادہ اور شستہ ہے۔ مذکورہ کتاب میں مندرجہ ذیل موضوعات پر مفید اور دقیق بحث کی گئی ہے۔

فضیلت کا مفہوم ، مصداق ، اور اقسام ، عصری و تطبیقی لحاظ سے فضیلت کا جائزہ، قوادح فضیلت، تفاضل سے متعلق رائج غلط فہمیاں، تیس سے زیادہ روایات و اقوال کی فہرست، اعمال میں فضیلت کے اسباب، فضیلت کی اقسام، فضیلت وہبی کے سات بنیادی اسباب و وجوہات اور ان جیسے دیگر اہم موضوعات پر بہت وقیع اور بڑی محنت و جانفشانی سے کام کیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ کتاب کو اصل ماخذ کے حوالوں سے بھی

مزین کیاہے جسکی وجہ سے کتاب کی افادیت دوبالاہو گئی ہے، یہ در حقیقت قیمتی موتیوں کا ایک گلدستہ ہے، جو علوم نبوت کے تشنگان کے لیے ایک مفید علمی سرمایہ ثابت ہو گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائیں اور عوام وخواص کے لئے مفیدا ورنافع بنائے اور مصنف کو صحت وعافیت کے ساتھ لمبی زندگی عطاء فرمائیں اور مزید خدمات کی توفیق بخشیں۔

عمر فاروق دیروی

باب اول:

فضیلت کا مفہوم، بنیادیں، افضل اعمال کی تحقیق، اسباب فضیلت سے متعلق چند اہل علم کی تحقیقات، صحابہ کرام اور سلف کی فضیلت

باب دوم:

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق مع مفید اضافہ جات

باب سوم:

عصری و تطبیقی لحاظ سے فضیلت کا جائزہ، قوادح فضیلت، تفاضل سے متعلق رائج غلط فہمیاں

باب اول:

اسباب فضیلت سے متعلق چند اہل علم کی تحقیقات، صحابہ کرام اور سلف کی فضیلت

فضیلت کا مفہوم

"فضل" کسی کے ساتھ استحقاق کے بغیر احسان واکرام کرنے کو کہاجاتا ہے، بسااوقات بزرگی اور برتری کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیاجاتا ہے۔ "فضیلت" کا معنی یہ ہے کہ ایک چیز دوسری سے کسی بات میں بڑھ جائے، چاہے ایک انسان دوسرے انسان سے بڑھے یا ایک چیز دوسری کی بنسبت بڑھے۔ "تفضیل" کا معنی ایک چیز کو دوسرے پر فضیلت دینا، کسی چیز کی فضیلت اور برتری کو ظاہر کرنا، بیان کرنا۔ جس شخص / چیز کی فضیلت بتلائی جاتی ہے وہ "مفضّل" اور جس کی بنسبت فضیلت ظاہر کی جاتی ہے، اس کو "مفضّل علیہ" کہاجاتا ہے۔ "کلیات" میں ہے:

[الْفضل] : كل عَطِيَّة لَا تلْزم من يُعْطي يُقَال لَهَا فضل[1]

ترجمہ: فضل اس عطیہ کو کہتے ہیں کہ وہ دینے والے پر لازم نہیں ہوتی۔

"دستور العلماء" میں ہے:

الفضل: ابتداء الإحسان بلا علة. الفضيلة: المزية الغير المتعدية أي المزية المقتضية في تحققها بحسب مفهومها التعدي ووصول الأثر

---

[1] الكليات، فصل الفاء، ج١، ص٦٧٥.

إلى الغير كالعلم. والمزية هي الخصلة التي هي ذات فضل وجمعها الفضائل.[١]

ترجمہ: فضل کہتے ہیں کسی کے ساتھ استحقاق کے بغیر احسان کرنا۔ فضیلت: وہ خصلت غیر متعدیہ ہے جو مفہوم کے اعتبار سے اس میں تعدی ہو اور اس میں علم کی طرح غیر کی طرف اثر کا اصول ہو۔ اور فضیلت اس خصلت اور عادت کو کہتے ہیں جو فضل والی ہو اور اس کی جمع فضائل ہے۔

فضیلت کا مصداق

کلامی کتابوں میں افضلیت کی بحث کی جاتی ہے کہ افضل کون ہے؟ اسی طرح اعمال کی فضیلت سے متعلقہ کتابوں میں یہ بحث کی جاتی ہے کہ افضل عمل کونسا ہے؟ ان سب جگہوں میں فضیلت کا مقصود ثواب کا زیادہ ہونا ہوتا ہے کہ کونسا شخص / عمل زیادہ اجر وثواب کا حامل ہے؟ اور یہ بات آئندہ ذکر کر دی جائے گی کہ انسان کے عمل پر اللہ تعالیٰ کی طرف ثواب ملنا بھی ایک نعمت ہی ہے اور ثواب کی مقدار و معیار بھی غیر معقول ہے، یہ وحی ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ذكر المحقّقون أنّ الفضيلة المبحوث عنها في الكلام هي كثرة الثّواب أي عظم الجزاء على أعمال الخير لا شرف النّسب... لا يخفى أنّ كثرة الثّواب لا تُعلم إلّا بإخبار الشّارع ولا مدخلَ فيها للعقل والمناقب الظّاهرة.[٢]

---

[١] جامع العلوم في اصطلاحات الفنون،باب الفاء مع الضاد المعجمة،ج٣ص٢٥.

[٢] النبراس شرح شرح العقائد،ص٥٤٢.

ترجمہ: محققین علماء نے ذکر کیا ہے کہ علم کلام میں جس فضیلت سے بحث کیا جاتا ہے وہ کثرت ثواب ہے یعنی نیک اعمال کی بڑی جزا دینا نہ کہ شرافت نسب، اور یہ بات ظاہر ہے کہ کثرت ثواب شارع کی خبر کے بغیر معلوم نہیں ہوتا اور اس میں عقل اور مناقب ظاہرہ کو کوئی دخل نہیں۔

فضیلت کی دو قسمیں

یوں تو فضیلت کی دسیوں قسمیں ہوسکتی ہیں، لیکن یہاں بنیادی طور پر دو قسمیں ذکر کی جاتی ہیں:

۱: ایک قسم کا تعلق اعمال وافعال کے ساتھ ہے، ایک عمل دوسرے عمل کی بنسبت زیادہ فضیلت کا حامل ہو، اس کو یہاں تفاضل اعمال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۲: دوسری قسم کا تعلق افراد واشخاص کے ساتھ ہوتا ہے کہ کوئی شخص / طبقہ / قوم دوسرے کی بنسبت زیادہ بہتری وفضیلت کا حامل ہو، اس کو یہاں "تفاضل اشخاص" سے تعبیر کیا جائے گا۔

اعمال وافعال کی فضیلت کا حاصل بھی اشخاص وافراد ہی کی فضیلت ہے بلکہ اس کا بڑا مقصود ہی یہی اشخاص کی فضیلت ہے، عمل کی فضیلت بتانے کا بڑا مقصد یہی ہوتا ہے کہ لوگ اس کا اہتمام کر کے اللہ تعالیٰ کی قربت اور خوشنودی حاصل کر لیں۔

فضیلت کی بنیادیں

علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے فضیلت کی درج ذیل تین بنیادیں بیان فرمائی ہیں:

۱: جنس کی بنیاد پر ایک چیز کو دوسری پر فضیلت حاصل ہو، مثال کے طور پر حیوان کی جنس کو نبات کی جنس پر فضیلت حاصل ہے۔

۲:نوع کی بنیاد پر کسی چیز کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہو،مثال کے طور پر نوع انسانی کو حیوان پر فضیلت حاصل ہے۔

۳:ذات اور شخصیت کے لحاظ سے ایک چیز دوسری پر فضیلت کی حامل ہو،مثال کے طور پر کوئی نیک اور متقی شخص کسی فاسق وفاجر شخص کی بنسبت افضل ہے۔

ان میں سے پہلی دو بنیادیں ایسی ہیں جن میں تبدیلی پیدا نہیں ہوتی،ان میں مفضول،فاضل سے ترقی نہیں کر سکتا،چنانچہ غیر حیوان،حیوان سے برتری حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی حیوان،انسان کی بنسبت برتر ہو سکتا ہے،جہاں تک تیسری قسم کا تعلق ہے تو اس میں "شخص وذات کی فضیلت کی اصل واساس" کو دیکھا جاتا ہے جس کی پوری تفصیل دوسرے باب میں ذکر کر دی جائے گی،تاہم عام طور پر اس میں تبدیلی متوقع ہوتی ہے،اس لئے اس میں منافست کی فضاء بھی قائم رہتی ہے،اگر کوئی شخص کسی خاص نیک عمل یا چند نیک اعمال کی وجہ سے دوسرے شخص سے بظاہر برتر بھی ہو جائے تو بھی اگر دوسرا فرد محنت واستقامت سے کام لے لے اور اس کی بنسبت زیادہ نیک اعمال کا اہتمام کرے تو وہ دوبارہ مفضول سے فاضل اور فروتر سے بہتر قرار پا سکتا ہے۔

علامہ راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فالأوّلان جوهريّان لا سبيل للناقص فيهما أن يزيل نقصه وأن يستفيد الفضل، كالفرس والحمار لا يمكنهما أن يكتسبا الفضيلة التي خصّ بها الإنسان، والفضل الثالث قد يكون عرضيّا فيوجد السّبيل على اكتسابه[1]

---

[1] المفردات في غريب القران،كتاب الفاء،باب فضل،ج١،ص٦٣٩.

ترجمہ:"پہلے دونوں جوہری ہیں ناقص کے لئے ان دونوں میں کوئی راستہ نہیں کہ اپنے نقصان کو زائل کریں اور فضل حاصل کریں جیسے کہ گھوڑا اور گدھا، ان دونوں کے لئے ممکن نہیں کہ یہ اس فضیلت کا کسب کریں کہ جو انسان کے ساتھ خاص ہے اور تیسرا فضل کبھی عرضی ہوتا ہے اس کو حاصل کرنے کا طریقہ موجود ہوتا ہے"۔

افضل عمل کونسا ہے؟

اس کے بارے میں روایات میں تنوّع ہے، بعض روایات میں ایک عمل کو افضل قرار دیا گیا ہے اور بعض میں دوسرے عمل کو۔ یہاں نمونے کے طور پر پہلے چند مختلف روایات نقل کی جاتی ہیں جہاں مختلف اعمال کو افضل اعمال فرمایا گیا ہو، اس کے بعد ان اعمال کو فہرست کے طور پر ذکر کریں گے جن کو کسی روایت میں افضل عمل قرار دیا گیا ہو یا کسی معتبر اہل علم نے ایسا کہا ہو، آخر میں ان تمام مختلف روایات کے درمیان توجیہ و تطبیق ذکر کریں گے۔

مختلف روایات

"صحیح بخاری" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ: أَيُّ العَمَلِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: «إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ». قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ» قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «حَجٌّ مَبْرُورٌ»[1]

ترجمہ: رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا کہ پھر کون سا عمل؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، پوچھا گیا کہ پھر کون سا، فرمایا حج مقبول۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب من قال ان الإيمان هو العمل، ج١، ص١٤.

اس روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا سب سے افضل عمل ہے، اس کے بعد جہاد اور اس کے بعد حج مبرور بہترین اعمال ہیں۔

"صحیح بخاری" ہی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ العَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ: «الصَّلاَةُ عَلَى وَقْتِهَا»، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «ثُمَّ بِرُّ الوَالِدَيْنِ» قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ»[1]

ترجمہ: "میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل یہ ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے، میں نے پھر پوچھا کہ پھر کونسا؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، میں نے پوچھا کہ پھر کونسا؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا"۔

یہاں نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ترین عمل قرار دیا گیا ہے، اس کے بعد والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور پھر خدا تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کو پسندیدہ ترین عمل فرمایا گیا ہے۔

"صحیح بخاری" میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ العَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «إِيمَانٌ بِاللَّهِ، وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ»،[2]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، ج١، ص١١٢.

[2] صحيح البخاري، كتاب العتق، باب اي الرقاب افضل، ج٣، ص١٤٤.

ترجمہ: میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل زیادہ افضل ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ پر ایمان رکھنا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

یہاں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے راہ میں جہاد کرنے کو افضل عمل قرار دیا گیا ہے۔

"صحیح مسلم" میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اشاد فرمایا:

«أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ - أَوِ الْعَمَلِ - الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا، وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ»[1]

ترجمہ: افضل اعمال یا افضل عمل یہ ہے کہ نماز بروقت ادا کی جائے اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

یہاں بروقت نماز پڑھنے اور والدین کے ساتھ اچھے سلوک کرنے کو افضل ترین عمل قرار دیا گیا ہے۔

"صحیح مسلم" ہی میں ہے:

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّهُ سَمِعَهُ، يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَالْإِيمَانَ بِاللهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ،[2]

---

١ صحيح مسلم، كتاب الإيمان،باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الاعمال، ج١،ص٩٠.

٢ صحيح مسلم، كتاب الإمارة،باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين،٣،ص١٥٠١.

ترجمہ:"حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد اور اللہ پر ایمان لانا افضل الاعمال ہیں۔"

یہاں(صحیح بخاری کی درج کردہ آخری روایت کی طرح)خدا کے راستے میں جہاد کرنے اور اس پر ایمان لانے کو افضل عمل قرار دیا گیا ہے۔

"سنن ابی داوٗد" کی روایت ہے:

قال رسولُ الله - صلى الله عليه وسلم -: "أفضلُ الأعمال: الحُبُّ في الله والبغضُ في الله" [1]

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا افضل اعمال اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور بغض رکھنا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے اور اسی کے لئے بغض رکھنے کو افضل عمل قرار دیا گیا ہے۔

"سنن نسائی" کی روایت ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُبْشِيٍّ الْخَثْعَمِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: «إِيمَانٌ لَا شَكَّ فِيهِ، وَجِهَادٌ لَا غُلُولَ فِيهِ، وَحَجَّةٌ مَبْرُورَةٌ» [2]

ترجمہ:"حضرت عبداللہ ابن حبشی سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل افضل ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایمان جس میں کسی قسم کا

---

[1] سنن أبي داود،اول كتاب السنة،باب مجانبة أهل الأهواء و بغضهم،ج٧،ص٩.

[2] سنن النسائي،كتاب الإيمان و شرائعه،ذكر أفضل الأعمال،ج٨،ص٩٤.

کوئی شک نہ ہو۔ وہ جہاد جس میں حاصل شدہ مال غنیمت کے بارے میں کسی طرح کی خیانت نہ کی گئی ہو اور حج مقبول"۔

یہاں تین اعمال کو افضل اعمال قرار دیا گیا ہے: یقینی ایمان، خیانت سے پاک جہاد، مبرور حج۔

مسند احمد" میں حضرت ابن عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے:

إِنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُ عَنْ أَفْضَلِ الْأَعْمَالِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " الصَّلَاةُ "، ثُمَّ قَالَ: مَهْ؟ قَالَ: " الصَّلَاةُ "، ثُمَّ قَالَ: مَهْ؟ قَالَ: " الصَّلَاةُ " ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ: فَلَمَّا غَلَبَ عَلَيْهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ "[۱]

ترجمہ: "ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب سے افضل عمل کے متعلق پوچھا نبی کریم ﷺ نے نماز کا ذکر کیا اس نے کہا پھر حضور ﷺ نے فرمایا نماز، اس نے کہا پھر حضور ﷺ نے فرمایا نماز، تین مرتبہ اس نے یہی سوال کیا اور نبی کریم ﷺ نے ہر مرتبہ نماز ہی کا ذکر کیا جب نبی کریم ﷺ اس کے سوال سے مغلوب ہو گئے تو فرمایا جہاد فی سبیل اللہ"۔

یہاں نماز پڑھنے کو سب سے بہتر اور افضل عمل قرار دیا گیا ہے۔

---

[۱] مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة، مُسْنَدُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، ج ۱۱، ص ۱۷۵.

افضل عمل کے بارے میں تیس روایات واقوال

غرض یہ ہے کہ مختلف آثار وروایات میں مختلف اعمال کو افضل اعمال قرار دیا گیاہے، اہل علم کے اقوال بھی اس حوالہ سے مختلف یا متنوّع ہیں، بیسیوں کتابوں کی طرف مراجعت کرنے کے بعد ہمیں جو روایات واقوال معلوم ہوسکیں، ان میں جن اعمال کو افضل عمل قرار دیا گیاہے، اس کو یہاں خلاصہ کے طور پر فہرست کے انداز میں ذکر کیا جاتاہے۔

۱: خدا تعالیٰ پر ایمان لانا، اس کے بعد خدا تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا، اس کے بعد حج مبرور۔

۲: نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا، اس کے بعد والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔

۳: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اور خدا کے راستے میں جہاد کرنا۔

۴: اپنے وقت میں نماز پڑھنا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک رکھنا۔

۵: جہاد کرنا اور ایمان لانا۔

۶: اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر محبت اور بغض رکھنا۔

۷: بغیر شک کے ایمان لانا، خیانت سے پاک جہاد کرنا، حجِّ مبرور کرنا۔

۸: نماز پڑھنا، اس کے بعد افضل عمل جہاد کرنا ہے۔[1]

۹: ورع کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور شریعت کے مقرر کردہ منکرات وگناہوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا

---

[1] ان آٹھ اعمال کو جن روایات میں افضل اعمال قرار دیا گیا ہے، وہ اسی سے متصل درج بالا عنوان "مختلف روایات" کے تحت ذکر کئے گئے ہیں، ان کی طرف مراجعت فرمائی جاسکتی ہے۔

۱۰: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرنا

۱۱: اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ حاصل کرنا (فقہ فی الدین)

۱۲: فراخی اور اچھے حالات کا انتظار کرنا

۱۳: اچھے نیت و عمل کے ساتھ دینی علم حاصل کرنا

۱۴: اللہ تعالیٰ کی معرفت۔

۱۵: دعاء مانگنا

۱۶: قرآن کریم کی تلاوت کرنا

۱۷: اللہ تعالیٰ کا بہت ہی یاد کرنا۔

۱۸: تواضع کرنا

۱۹: اچھے اخلاق

۲۰: دینی فرائض کو ادا کرتے رہنا اور گناہوں سے بچتے رہنا

۲۱: مسلمان شخص کو خوش کرنا

۲۲: تلبیہ پڑھنا اور قربانی کرنا

۲۳: اس حال میں مرنا کہ زبان خدا تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔

۲۴: اللہ تعالیٰ کا ذکر

۲۵: خوشگواری اور محبت کے ساتھ لوگوں میں رہنا

۲۶: حلال کمائی کرنا

۲۷: جس عمل میں نفس پر بوجھ و مشقت زیادہ ہو۔

۲۸: دنیا میں زہد اختیار کرنا اور اسباب سے ہٹ کٹ کر رہنا

۲۹: وہ نیک عمل جس کا نفع متعدّی ہو۔

۳۰: کسی بھی وقت خدا تعالیٰ کی جو کچھ مرضی ہو، اس کے مطابق رہنا۔[1]

محدثین کرامؒ کی توجیہ و تطبیق

ان مختلف روایات واقوال میں تطبیق کیونکر دی جائے؟ شراح حدیث اور حضرات محدثین کرام نے اس میں متعدد توجیہات ذکر فرمائی ہیں، علامہ فضل اللہ تورپشتی رحمہ اللہ ان جیسی متعدد روایات کو ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

ووجه التوفيق بين هذه الأحاديث: أن نقول إن النبي – صلى الله عليه وسلم – أجاب في كل منها بما علم أنه يوافق غرض السائل، أو أجاب بما كان ترغيبا للسائل فيما هو بصدده أو أجابه على حسب ما عرف من حاله توقيفا له على ما خفي عليه من باب الفضيلة أو إرشادا له إلى ما هو الأصلح له والأحرى به[2]

ترجمہ: ان احادیث کے دمیان تطبیق کی وجہ یہ ہے کہ ہم کہیں کہ حضور ﷺ نے جواب دیا ان سب میں سے اس بات کا کہ حضور ﷺ پر یہ ظاہر ہوا کہ یہ بات سائل کی غرض کے موافق ہے، یا ایسا جواب دیا کہ جس میں سائل کو ترغیب ہو جس میں سائل کوتاہی کرتا ہو، یا جواب اس اعتبار سے دیا کہ سائل کا حال معلوم ہوا ہو اور وہ بات موافق ہو اس کی جو سائل پر پوشیدہ ہو فضیلت کے باب سے، یا اس میں رہنمائی ہو اس چیز کی طرف جو اس کے لئے اصلح اور زیادہ مناسب ولائق ہو۔

---

[1] ان آخری چار اعمال کی تفصیل کے لئے مراجعت فرمائیں علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کی مفید کتاب مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين، ج۱ص۱۰٦.

[2] الميسر في شرح مصابيح السنة للتوربشتي، كتاب الصلاة، ج۱، ص۱۷۷.

تقریباً یہی تفصیل حضرت حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے بھی ذکر فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں:

وقد اختلفت الأحاديث في فضائل الأعمال، وتقديم بعضها على بعض. والذي قيل في هذا: إنها أجوبة مخصوصة لسائل مخصوص، أو من هو في مثل حاله. أو هي مخصوصة ببعض الأحوال التي ترشد القرائن إلى أنها المراد.۱

ترجمہ: "اعمال کے فضائل کے بارے میں احادیث مختلف ہے اور بعض احادیث ایک دوسرے پر مقدم ہے اور جو اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جواب سائل کے ساتھ مخصوص ہے یا اس کے بارے میں ہے جو اس کے حال کے مثل ہو یا یہ جواب ہے کہ بعض ان احوال کے ساتھ خاص ہے کہ قرائن اس کی طرف رہنمائی کریں کہ اس سے مراد یہ ہے"۔

اس کے بعد مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض روایات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بلند ترین عمل فرمایا گیا ہے، وہ اپنے خاص مخاطبین کے اعتبار سے ہے، اگر ان خاص مخاطبین کی جگہ کوئی بہادر شخص مخاطب ہوتا تو اس کو "ذکر" کی جگہ "جہاد" کا جواب دیا جاتا اور یہ اس کے حق میں افضل اور ارفع عمل شمار ہوتا، اگر کوئی ایسا شخص ہوتا جو یکسوئی کے ساتھ ذکر نہ کر سکتا ہو لیکن مال وجائیداد خوب پاس ہو تو اس کو "صدقہ" کا بتایا جاتا اور یہی اس کے حق میں بہتر شمار کیا جاتا۔

---

۱ إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام، كتاب الصلاة،باب المواقيت،بر الولدين، ج۱،ص۱٦٣.

حضرت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان توجیہات کا خلاصہ ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ومحصل ما أجاب به العلماء عن هذا الحديث وغيره مما اختلفت فيه الأجوبة بأنه أفضل الأعمال أن الجواب اختلف لاختلاف أحوال السائلين بأن أعلم كل قوم بما يحتاجون إليه أو بما لهم فيه رغبة أو بما هو لائق بهم أو كان الاختلاف باختلاف الأوقات بأن يكون العمل في ذلك الوقت أفضل منه في غيره فقد كان الجهاد في ابتداء الإسلام أفضل الأعمال لأنه الوسيلة إلى القيام بها والتمكن أدائها وقد تضافرت النصوص على أن الصلاة أفضل من الصدقة ومع ذلك ففي وقت مواساة المضطر تكون الصدقة أفضل أو أن أفضل ليست على بابها بل المراد بها الفضل المطلق أو المراد من أفضل الأعمال فحذفت من وهي مرادة وقال بن دقيق العيد الأعمال في هذا الحديث محمولة على البدنية وأراد بذلك الاحتراز عن الإيمان لأنه من أعمال القلوب فلا تعارض حينئذ بينه وبين حديث أبي هريرة أفضل الأعمال إيمان بالله الحديث [1]

ترجمہ: "اس حدیث اور اس کے علاوہ دوسری احادیث سے متعلق علماء کے جوابات جو کہ مختلف جوابات ہیں کہ یہ عمل افضل ہے، کا خلاصہ یہ ہے کہ:

[1] فتح الباري لابن حجر، جز۲، باب فضل الصلاة لوقتها، ج۲، ص۹.

جواب مختلف ہے سائلین کے احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے کہ ہر قوم کو سکھایا کہ وہ کس چیز کی طرف محتاج ہے، یا جس چیز میں ان کی رغبت ہے یا ان کے ساتھ کیا چیز لائق ہے۔ یا یہ اختلاف ہے اوقات کے مختلف ہونے کے ساتھ ہے کہ ایک وقت میں ایک عمل افضل ہو دوسرے وقت میں دوسرا عمل، مثلاً: ابتداء اسلام میں جہاد افضل اعمال میں سے تھا کیونکہ یہ وسیلہ تھا اسلام کے قائم ہونے کا اور قدرت پانا اس کی ادائیگی پر۔ اور نصوص میں اتفاق بھی ممکن ہے کہ نماز صدقہ سے افضل ہے اور اس کے ساتھ شدید حاجت کے وقت صدقہ افضل ہے یا یہ افضل اپنے باب پر نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مطلق فضیلت ہو۔ یا مراد اس سے "من افضل اعمال" ہو، پس "من" حذف ہوا اور وہ یہاں مراد ہو۔

ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ اعمال سے اس حدیث میں بدنی اعمال مراد ہیں اور مراد اس سے احتراز کرنا ہے ایمان سے کیونکہ ایمان دل کے اعمال میں سے ہے تو اب تعارض اس حدیث اور حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں نہ رہا کہ افضل اعمال میں سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے"۔

یہ جواب اصلاً تو روایات میں جمع و تطبیق کے لئے ہے، لیکن اس سے درج بالا مختلف اقوال کے درمیان بھی تطبیق کی متعدد صورتیں واضح ہو جاتی ہیں۔

توجیہ و تطبیق کی پانچ صورتیں

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ "افضل اعمال" کی تعیین کے سلسلے میں جو مختلف روایات وارد ہوئی ہیں، ان میں درحقیقت کوئی تعارض نہیں ہے، بلکہ درج ذیل پانچ صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو اختیار کر کے ان مختلف روایات کو جمع کیا جاسکتا ہے:

۱: افراد واشخاص کے لئے فرق ہے، بعض افراد کے لئے ایک عمل جبکہ دوسرے افراد کے لئے دوسرا عمل افضل قرار پاتاہے، افراد کے درمیان وجہ فرق کی بھی مختلف بنیادیں ہوسکتی ہیں۔

۲: اوقات اور دینی مصالح جیسے عناصر کے لحاظ سے فرق ہے، بعض اوقات ایک عمل جبکہ دوسرے وقت دوسرا عمل افضل قرارپاتاہے، مثال کے طور پر ابتداء اسلام کے زمانے میں چونکہ دعوت اسلام پھیلانے اور مستحکم کرنے کی ضرورت تھی، اس لئے جہاد افضل اعمل تھا۔

۳: ان اعمال کو باقی تمام اعمال کی بنسبت فضیلت دینا مقصود نہیں ہے کہ مثال کے طور جہاد یا اچھے اخلاق تمام اعمال سے افضل ہیں اور باقی تمام اعمال اس کے مقابلے میں مفضول اور کم درجہ ہیں بلکہ دوسرے اعمال کی طرف التفات کئے بغیر صرف ان اعمال کی فضیلت ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ اعمال فضیلت والے ہیں اور بس۔ فنّی طور یہ کہاجاسکتاہے کہ یہاں "اسم تفضیل" اپنے حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہے۔

۴: روایات میں جن اعمال کو افضل قرار دیا گیاہے، وہ تمام کے تمام اعمال افضل ہیں، البتہ ان میں سے ہر عمل کو باقی تمام اعمال کی بنسبت فضیلت دینا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف انہی اعمال کے مقابلہ میں ترجیح وتفصیل مقصود ہے جن کو "افضل" قرار نہیں دیا گیا۔ اس کو فنی طور پر اس طرح بھی تعبیر کیاجاسکتاہے کہ جہاں کسی عمل کو افضل قرار دیاگیاہے وہاں "مِن" تبعیضیہ محذوف ہے اور متعلقہ عمل تمام اعمال سے تنہا افضل نہیں ہے بلکہ افضل اعمال کا ایک مجموعہ ہے اور یہ عمل ان مجموعی اعمال میں سے ایک ہے۔

۵: یہاں "الف لام" عہد کے لئے ہے اور "افضل الاعمال" میں اعمال سے تمام اعمال مراد نہیں ہے بلکہ کچھ مخصوص اعمال مراد ہیں اور انہی مخصوص اعمال کے مقابلے میں کسی عمل کو فضیلت دینا مطلوب ہوتا ہے، رہاں یہ کہ وہ مخصوص اعمال کونسے ہیں تو اس کی مختلف توجیہات کی

جاسکتی ہیں۔

محقّق اہل علم کی تحقیق

درج بالا توجیہات میں سے جو دوسری توجیہ ذکر کی گئی ہے، بہت سے محققین نے اس کو اختیار کیا ہے اور غور کرنے سے بھی یہی بات زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ کسی چیز کو "افضل" قرار دینے میں اس بات کا بڑا دخل و کردار ہے[1] یعنی افراد واشخاص اور دینی مصالح وضروریات جیسے عناصر کی وجہ سے مختلف اوقات میں مختلف اعمال میں فضیلت پیدا ہوجاتی ہیں، نماز، اچھے اخلاق،، جہاد اور والدین کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ اعمال وامور میں کسی ایک عمل کو تمام احوال میں اور افراد کے حق میں بہر حال افضل قرار دینا مشکل معلوم ہوتا ہے، مناسب بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ جس وقت عبدیت کا جو کچھ تقاضا ہو، اس پر عمل کیا جائے، اسی کو افضل قرار دیا جائے، اگر تقاضے مختلف اور متعدد ہوں تو ان میں سے اہم تر عمل افضل قرار پائے گا۔

---

[1] یہ دونوں باتیں گزشتہ عنوان کے تحت نمبر ا اور نمبر ۲ کے تحت مذکور ہیں، ان میں دوسری بات یہ ذکر کی گئی تھی کہ "اوقات اور دینی مصالح جیسے عناصر۔۔۔" اگر ان مصالح وعناصر میں تعمیم کی جائے تو یہ دونوں باتیں باہم مل جاتی ہے اور ایک ہی ضابطہ بن جاتا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ کی تشریح وتفصیل

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی مفید کتاب "مدارج السالکین" میں اس کو مزید کھول کر بیان فرمایا ہے، انہوں نے پہلے یہ ذکر کیا کہ افضل عمل کی تعیین میں اہل علم کے چار موقف ہیں، ان میں سے چوتھا موقف راجح ہے، اس چوتھے موقف کی تشریح کرتے ہوئے وہ تحریر فرماتے ہیں:

فَصْلٌ: ثُمَّ أَهْلُ مَقَامِ "{إِيَّاكَ نَعْبُدُ}" لَهُمْ فِي أَفْضَلِ الْعِبَادَةِ وَأَنْفَعِهَا وَأَحَقِّهَا بِالْإِيثَارِ وَالتَّخْصِيصِ أَرْبَعُ طُرُقٍ، فَهُمْ فِي ذَلِكَ أَرْبَعَةُ أَصْنَافٍ:...

الصِّنْفُ الرَّابِعُ، قَالُوا: إِنَّ أَفْضَلَ الْعِبَادَةِ الْعَمَلُ عَلَى مَرْضَاةِ الرَّبِّ فِي كُلِّ وَقْتٍ بِمَا هُوَ مُقْتَضَى ذَلِكَ الْوَقْتِ وَوَظِيفَتُهُ، فَأَفْضَلُ الْعِبَادَاتِ فِي وَقْتِ الْجِهَادِ: الْجِهَادُ، وَإِنْ آلَ إِلَى تَرْكِ الْأَوْرَادِ، مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ وَصِيَامِ النَّهَارِ، بَلْ وَمِنْ تَرْكِ إِتْمَامِ صَلَاةِ الْفَرْضِ، كَمَا فِي حَالَةِ الْأَمْنِ.

وَالْأَفْضَلُ فِي وَقْتِ حُضُورِ الضَّيْفِ مَثَلًا الْقِيَامُ بِحَقِّهِ، وَالِاشْتِغَالُ بِهِ عَنِ الْوِرْدِ الْمُسْتَحَبِّ، وَكَذَلِكَ فِي أَدَاءِ حَقِّ الزَّوْجَةِ وَالْأَهْلِ.

وَالْأَفْضَلُ فِي أَوْقَاتِ السَّحَرِ الِاشْتِغَالُ بِالصَّلَاةِ وَالْقُرْآنِ، وَالدُّعَاءِ وَالذِّكْرِ وَالِاسْتِغْفَارِ.

وَالْأَفْضَلُ فِي وَقْتِ اسْتِرْشَادِ الطَّالِبِ، وَتَعْلِيمِ الْجَاهِلِ الْإِقْبَالُ عَلَى تَعْلِيمِهِ وَالِاشْتِغَالِ بِهِ.

وَالْأَفْضَـلُ فِي أَوْقَاتِ الْأَذَانِ تَرْكُ مَا هُوَ فِيهِ مِنْ وِرْدِهِ، وَالِاشْـتِغَالُ بِإِجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ.

وَالْأَفْضَـلُ فِي أَوْقَاتِ الصَّـلَوَاتِ الْخَمْسِ الْجِدُّ وَالنُّصْـحُ فِي إِيقَاعِهَا عَلَىٰ أَكْمَـلِ الْوُجُوهِ، وَالْمُبَـادَرَةُ إِلَيْهَـا فِي أَوَّلِ الْوَقْـتِ، وَالْخُرُوجُ إِلَىٰ الْجَامِعِ، وَإِنْ بَعُدَ كَانَ أَفْضَلَ.

وَالْأَفْضَـلُ فِي أَوْقَاتِ ضَرُورَةِ الْمُحْتَاجِ إِلَىٰ الْمُسَـاعَدَةِ بِالْجَاهِ، أَوِ الْبَدَنِ، أَوِ الْمَالِ الِاشْتِغَالُ بِمُسَاعَدَتِهِ، وَإِغَاثَةُ لَهْفَتِهِ، وَإِيثَارُ ذَلِكَ عَلَىٰ أَوْرَادِكَ وَخَلْوَتِكَ...فَالْأَفْضَـلُ فِي كُلِّ وَقْتٍ وَحَالٍ إِيثَارُ مَرْضَـاةِ اللهِ فِي ذَلِكَ الْوَقْـتِ وَالْحَـالِ، وَالِاشْـتِغَـالُ بِوَاجِـبِ ذَلِـكَ الْوَقْـتِ وَوَظِيفَتِهِ وَمُقْتَضَاهُ.

ترجمہ: ایاک نعبد مقام والے افراد کے عبادت کے افضل ہونے پر اور انفع ہونے پر، اور ایثار اور تخصیص کے حقدار ہونے پر چار طرق ہے پس یہ چار قسمیں ہیں۔

چھوتا قسم: علماکرام فرماتے ہیں افضل عبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہر وہ عمل کرنا جس کا اس وقت تقاضہ ہو، پس جہاد کے وقت عبادات میں سے افضل عبادت جہاد ہے اگرچہ سب اوراد رہ جائے، رات کے وقت نماز پڑھنااور دن کو روزہ رکھنابلکہ اگر فرض کے اتمام کا ترک کرنا بھی ہو تو بھی ترک کیاجائے گا جیسا کہ حالت امن میں اتمام کیاجاتا ہے۔

اسی طرح مہمان کے آنے کے وقت مستحب اوراد کو چھوڑ کر اس کے حق میں قیام کرنا اور اس کے ساتھ مشغول ہونااور اسی طرح اپنی بیوی اور اہل کا حق ادا کرنا۔

اور صبح کے وقت افضل ہے نماز اور قرآن پاک میں مشغول ہونا، دعا، ذکر، استغفار میں مشغول ہونا۔

اور طالب علم کے رہنمائی حاصل کرنے کے وقت افضل ہے اس کو تعلیم دینا اور اس کی جہالت کو ختم کرنے میں مشغول ہونا۔

اور اذان کے دوران افضل ہے دیگر اوراد کا ترک کرنا اور اذان کا جواب دینا۔

پانچ وقتہ نماز کے اوقات میں افضل یہ ہے کہ کامل اور صحیح طریقے سے نماز ادا کرنے کی کوشش کرنا اور پہلے وقت میں نماز کے لئے جانا اور نماز کے لئے جامع مسجد کو جانا اگرچہ وہ دور ہو۔

اور محتاج کی ضرورت کے وقت اپنے بدن ،مال اور جاہ کے ساتھ اس کی امداد کرنا افضل ہے ---اور ایثار کرنا اپنے اوراد اور اپنی خلوت کے ساتھ ، پس افضل ہے ہر وقت اور ہر حال میں اللہ رب العزت کی رضا حاصل کرنا اس وقت میں اور اس حال میں، اور مشغول ہونا اس وقت کے واجب مقتضٰی پر۔

اس کے بعد اس موقف کے فوائد وثمرات ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وَهَؤُلَاءِ هُمْ أَهْـلُ التَّعَبُّدِ الْمُطْلَقِ، وَالْأَصْـنَـافُ قِبَلَهُمْ أَهْـلُ التَّعَبُّدِ الْمُقَيَّدِ، فَمَتَىٰ خَرَجَ أَحَـدُهُمْ عَنِ النَّوْعِ الَّـذِي تَعَلَّقَ بِـهِ مِنَ الْعِبَـادَةِ وَفَارَقَهُ يَرَىٰ نَفْسَــهُ كَأَنَّهُ قَدْ نَقَصَ وَتَرَكَ عِبَادَتَهُ، فَهُوَ يَعْبُدُ اللهَ عَلَىٰ وَجْهٍ وَاحِدٍ، وَصَــاحِبُ التَّعَبُّدِ الْمُطْلَقِ لَيْسَ لَهُ غَرَضٌ فِي تَعَبُّدٍ بِعَيْنِهِ يُؤْثِرُهُ عَلَىٰ غَيْرِهِ، بَلْ غَرَضُـهُ تَتَبُّعُ مَرْضَـاةِ اللهِ تَعَالَىٰ أَيْنَ كَانَتْ، فَمَدَارُ تَعَبُّدِهِ عَلَيْهَـا، فَهُوَ لَا يَزَالُ مُتَنَقِّلًا فِي مَنَـازِلِ الْعُبُودِيَّةِ، كُلَّمَا رُفِعَتْ لَهُ مَنْزِلَةٌ عَمِـلَ عَلَىٰ سَـيْرِهِ إِلَيْهَا، وَاشْـتَغَلَ بِهَا حَتَّىٰ تَلُوحَ لَهُ مَنْزِلَةٌ أُخْرَىٰ، فَهَذَا دَأْبَهُ فِي السَّيْرِ حَتَّىٰ يَنْتَهِيَ سَيْرُهُ،فَإِنْ رَأَيْتَ الْعُلَمَاءَ رَأَيْتَهُ مَعَهُمْ، وَإِنْ رَأَيْتَ الْعُبَّادَ رَأَيْتَهُ مَعَهُمْ، وَإِنْ رَأَيْتَ الْمُجَاهِدِينَ رَأَيْتَهُ

مَعَهُمْ، وَإِنْ رَأَيْتَ الذَّاكِرِينَ رَأَيْتَهُ مَعَهُمْ، وَإِنْ رَأَيْتَ الْمُتَصَدِّقِينَ الْمُحْسِنِينَ رَأَيْتَهُ مَعَهُمْ، وَإِنْ رَأَيْتَ أَرْبَابَ الْجَمْعِيَّةِ وَعُكُوفِ الْقَلْبِ عَلَىٰ اللهِ رَأَيْتَهُ مَعَهُمْ، فَهَذَا هُوَ الْعَبْدُ الْمُطْلَقُ، الَّذِي لَمْ تَمْلِكْهُ الرُّسُومُ، وَلَمْ تُقَيِّدْهُ الْقُيُودُ، وَلَمْ يَكُنْ عَمَلُهُ عَلَىٰ مُرَادِ نَفْسِهِ وَمَا فِيهِ لَذَّتُهَا وَرَاحَتُهَا مِنَ الْعِبَادَاتِ، بَلْ هُوَ عَلَىٰ مُرَادِ رَبِّهِ، وَلَوْ كَانَتْ رَاحَةُ نَفْسِهِ وَلَذَّتُهَا فِي سِوَاهُ، فَهَذَا هُوَ الْمُتَحَقِّقُ بِ " {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ} " حَقًّا، الْقَائِمُ بِهِمَا صِدْقًا، مَلْبَسُهُ مَا تَهَيَّأَ، وَمَأْكَلُهُ مَا تَيَسَّرَ، وَاشْتِغَالُهُ بِمَا أَمَرَ اللهُ بِهِ فِي كُلِّ وَقْتٍ بِوَقْتِهِ، وَمَجْلِسُهُ حَيْثُ انْتَهَىٰ بِهِ الْمَكَانُ وَوَجَدَهُ خَالِيًا.[١]

ترجمہ: یہ سب مطلق بندگی کرنے والے ہیں،وہ قسمیں جو اس سے پہلے ہیں وہ مقید بندگی والے ہیں، پس جب کوئی نکلے اس نوع سے جس کا تعلق عبادت کے ساتھ ہے اور یہ اپنے آپ کو الگ پائے گویا کہ اس نے نقص کیا اور عبادت کو چھوڑ دیا پس یہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت ایک قسم پر کرتا ہے ، اور مطلق عبادت کرنے والے کا بعینہ عبادت میں کوئی غرض نہیں ہوتا بلکہ وہ عبادت کو غیر پر ترجیح دیتا ہے اور اس کی غرض اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے وہ جہاں بھی ہو ، پس اس کی عبادت کا مدار یہی ہوتا ہے پس یہ ہمیشہ عبادت کے منازل میں ترقی کرتا ہے ،جب بھی اس کا درجہ بڑھتا ہے تو یہ اس کی طرف سفر کرتا ہے اور اس میں مشغول ہوتا ہے یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے اس کے

[١] مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين، فصل لا يكون العبد متحققا بإياك نعبد إلا بمتابعة الرسول،ج١،ص١٠٦.

لئے دوسرا درجہ پس یہ اس کے چلنے کا طریقہ ہوتا ہے یہاں تک کہ سفر کی انتہاء ہو جاتی ہے۔

پس تو دیکھے گا علماء کو کہ وہ تجھے دیکھے گا ان کے ساتھ، اور تو دیکھے گا بندوں کو کہ وہ تجھے دیکھے گا ان کے ساتھ، اور تو دیکھے گا مجاہدین کو کہ وہ دیکھے گا تجھے اپنے ساتھ اور تو دیکھے گا ذاکرین کو کہ وہ دیکھے گا تجھے اپنے ساتھ، اور تو دیکھے گا متصدقین، محسنین کو کہ وہ دیکھے گا تجھے اپنے ساتھ،۔۔۔ پس یہ مطلق عبادت ہے وہ کہ جس کو رسوم مالک نہیں۔ اور مقید نہیں اس کے قیود اور نہیں اس کا عمل اپنے نفس کے مراد پر اور نہیں اس میں لذت اور راحت ہوتی ہے عبادات سے بلکہ یہ اپنے رب کے مراد پر ہوتا ہے اگرچہ نفس کا راحت اور لذت اس کے علاوہ دوسرے چیز میں ہو، پس یہ متحقق ہے ایاک نعبد وایاک نستعین کے ساتھ، اس کے حق ہونے اور ان دونوں کے صدق کے ساتھ قائم ہونے کے ساتھ، جو میسر ہوا اس کو پہنا اور جو آسانی سے ملا وہ اسکی خوراک ہے اور اس کی مشغولیت اس میں ہے کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے ہر وقت میں اپنے وقت کے ساتھ اور اس کے بیٹھنے کی جگہ وہ ہے کہ جہاں مکان کی انتہاء ہو جائے اور یہ خالی جگہ پالے۔

سب سے بہتر عمل: جہاد

پہلے یہ بات ذکر کی جاچکی ہے کہ دینی اعمال میں سے سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ اس میں مختلف افراد وحالات وغیرہ عناصر کا دخل ہوتا ہے، بعض عناصر کی وجہ سے ایک وقت ایک عمل افضل ترین قرار پاتا ہے اور دوسرے وقت میں وہ عمل افضل کے بجائے مفضول بن جاتا ہے اور اس کی بنسبت دوسرا عمل افضل ترین عمل قرار پاتا ہے۔

یہاں تک بات تو بے غبار ہے اور اکثر اہل علم نے اس کو ذکر بھی فرمایا ہے، تاہم بعض اہل علم کی تحریرات سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ دینی اعمال میں فرائض کے بعد

سب سے افضل عمل "جہاد فی سبیل اللہ" ہے، اگر کہیں جہاد بھی فرض ہو جائے تو اس وقت تمام اعمال میں سے سب سے زیادہ اہمیت وفضیلت کا عمل یہی جہاد کرنا ہی بن جاتا ہے، متعدد شرعی دلائل سے اس بات کی بڑی حد تک تائید بھی ہو جاتی ہے، چنانچہ اس دعوی کے درست ہونے کی چند بنیادی وجوہات اور دلائل درج ذیل ہیں:

پہلی وجہ: آیت کریمہ

ارشاد خداوندی ہے:

{ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ}

[الصف: ٤][١]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔

مفسرین کرام تحریر فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نے کہا تھا کہ اگر ہمیں وہ عمل معلوم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہو تو اس کو کر گزریں گے، پھر غزوہ احد کے موقع پر اکثر صحابہ کرام حضور ﷺ کے پاس سے دور ہو گئے تھے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کا دندانِ مبارک زخمی ہوا، اس پس منظر میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كان المسلمون يقولون: لو نعلم أيّ الأعمال أحبّ إلى الله لأتيناه، ولو ذهبت فيه أنفسنا وأموالنا؛ فلما كان يوم أحد، نزلوا عن النبي

---

[١] ،سورة الصف،ایت٤.

صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم حتىٰ شُجّ، وكُسرت رباعيته، فقال (لِمَ تَقُولُونَ مَا لا تَفْعَلُونَ)[1]

ترجمہ: مسلمان کہتے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو ہم ضرور اس کی پیروی کریں گے اگرچہ اس میں ہمارا مال اور جان خرچ ہو جائیں پھر جب جنگ احد ہوئی تو یہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے دور ہو گئے یہاں تک کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے دانت مبارک شہید ہو گئے تو فرمایا تم کیوں کہتے ہو اس بات کو جس کو بجالاتے نہیں ہو۔

اس آیت سے استدلال کرنے کی تفصیل یہ ہے کہ "احبّ الاعمال" معلوم کرنے کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، اور اس میں تاکید کے ساتھ یہ بات ذکر فرمائی گئی ہے کہ قتال کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں، معلوم ہوا کہ جہاد اور قتال کرنا "احب الاعمال" ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف محبت کی نسبت کرنا حقیقی معنیٰ میں تو مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اس کا ثمرۃ اور نتیجہ ہی ملحوظ ہوتا ہے، جو اجر وثواب دینا ہے، جو شخص / عمل زیادہ محبوب ہو، اس پر زیادہ اجر وثواب عنایت فرماتا ہے، اور یہی فضیلت کا حاصل بھی ہے، معلوم ہوا کہ جہاد و قتال وہ عمل ہے جس پر سب سے زیادہ اجر وثواب پانے کی امید کی جاسکتی ہے۔

دوسری وجہ: احادیث وروایات

"صحیح مسلم" میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ الله عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ: «لَا تَسْتَطِيعُونَهُ»، قَالَ: فَأَعَادُوا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ، أَوْ

[1] تفسير الطبري، الصف، ايت ٤، ج٢٣، ص٣٥٦.

ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ: «لَا تَسْتَطِيعُونَهُ»، وَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ: «مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ اللهِ، لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ، وَلَا صَلَاةٍ، حَتَّى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى»[1]

ترجمہ: حضور ﷺ سے عرض کیا گیا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کے برابر بھی کوئی عبادت ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس عبادت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ،حضرت ابوہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ یہ سوال آپ ﷺ کے سامنے دو یا تین مرتبہ دہرایا گیا اور ہر مرتبہ کے جواب میں یہی فرمایا کہ تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے اور تیسری مرتبہ فرمایا: اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا جہاد سے واپسی تک اس شخص کی طرح ہے جو روزہ دار اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ قیام کرنے والا ہو اور روزہ اور نماز سے تھکنے والا نہ ہو۔

اس روایت کے مطابق دو بار آپ ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نیک عمل کونسا ہے؟ دونوں مرتبہ جواب میں اشاد فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، تیسری بار آپ ﷺ نے مجاہد کے برابری کا ایسا عمل بیان فرمایا جو واقعۃً دل گردے کا کام ہے، اس کی طاقت رکھنا مشکل ہے، متعدد شارحین نے اس کو "محال بات پر تعلیق" کرنے کے مترادف قرار دیا، جس کا حاصل و نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جہاد کے برابر کوئی عمل اور مجاہد کے برابر کوئی شخص نہیں ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى، ج۳، ص۱۴۹۸.

وقد جعل المجاهد مثل من لايفتر عن ذلك في لحظة من اللحظات ومعلوم أن هذا لايتأتىٰ لأحد ولهذا قال صلىٰ الله عليه وسلم لاتستطيعونه والله أعلم[1]

ترجمہ: اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجاہد اس آدمی کی طرح قرار دیا ہے جو لمحہ بھر ان کاموں سے تھکنے والا نہ ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ کہ کوئی دوسرا یہ کام نہیں کر سکتا اسی وجہ سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فهو من التشبيه الذي المشبه به مفروض غير محقق،[2]

ترجمہ: یہ اس تشبیہ میں سے ہے جس کی مشبہ بہ مفروض غیر محقق ہو۔

بہر حال، نماز اور روزہ افضل ترین اعمال میں سے ہیں اور یہاں اس حدیث شریف میں مجاہد کی فضیلت کا اندازہ لگانے کے لئے اس نمازی اور روزہ دار کے ساتھ تشبیہ دی جو مجاہد کے (گھر سے نکلنے سے لے کر) واپس آجانے تک نماز وروزہ ہی میں مصروف رہے، ایسا کرنا بہت ہی مشکل کام ہے، خاص کر جہادی مصروفیت اگر وقت طلب ہو۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جہاد کی فضیلت اگر نماز وروزہ کے برابر بھی ہو تو بھی جہاد منٹوں اور لمحوں کا کام نہیں ہوتا بلکہ اس میں عام طور پر طویل وقت صرف ہوتا ہے جبکہ نماز روزہ کو اس قدر طول دینا اور اس کا تسلسل قائم رکھنا مشکل ہے، اس لئے عملی لحاظ سے ان میں سے جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔

مشہور مالکی عالم علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] شرح النووي على مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى، ج١٣، ص٢٥.

[2] مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد، ج٦، ص٢٤٥٥.

هَذَا مِنْ أَفْضَـلِ حَدِيثٍ وَأَجَلِّهِ فِي فَضْـلِ الْجِهَادِ لِأَنَّهُ مَثَّلَهُ بِالصَّـلَاةِ وَالصِّيَامِ وَهُمَا أَفْضَـلُ الْأَعْمَالِ وَجُعِلَ الْمُجَاهِدُ بِمَنْزِلَةِ مَنْ لَا يَفْتُرُ عَنْ ذَلِكَ سَاعَةً فَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَـلُ مِنَ الْجِهَادِ يَكُونُ صَاحِبُهُ رَاكِبًا وَمَاشِيًا وَرَاقِدًا وَمُتَلَذِّذًا بِكَثِيرٍ مِنْ حَدِيثِ رَفِيقِهِ وَأَكْلِهِ وَشُرْبِهِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا أُبِيحَ لَهُ وَهُوَ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ كَالْمُصَـلِّي التَّالِي لِلْقُرْآنِ فِي صَـلَاتِهِ الصَّـائِمِ مَعَ ذَلِكَ الْمُجْتَهِدِ إِنَّ هَذَا لَغَايَةٌ فِي الْفَضْـلِ وَفَّقَنَا اللهُ بِرَحْمَتِهِ[1]

ترجمہ: جہاد کی فضیلت کے بارے میں یہ افضل اوراعظم حدیث ہے کیونکہ اس کی مثال نماز اور روزے کے ساتھ دی ہوئی ہے اور وہ دونوں افضل اعمال میں سے ہیں اور مجاہد اس آدمی کی طرح قرار دیا جو لمحہ بھر تھکنے والا نہ ہو، پس کیا چیز افضل ہے جہاد سے کہ اس کا صاحب سوار، پیدل، لیٹا ہوا اور اپنے دوست کی باتوں سے بہت لذت حاصل کرنے والا ہو اور کھانے پینے سے اور اس کے علاوہ وہ جو مباح کی گئی ہے اس کے لئے اور یہ ان سب حالتوں میں نماز پڑھنے والے، نماز میں تلاوت کرنے والا روزہ دار کی طرح ہے اس کے ساتھ خوب کوشش کرنے والا ہے، یہ فضیلت میں انتہاء ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں توفیق دے۔

تیسری وجہ: ائمہ اہل علم کے اقوال

بہت سے ائمہ اہل علم کا بھی یہی موقف ہے کہ جہاد افضل تر عمل ہے، مثال کے طور پر حنابلہ کی مشہور کتاب "المغنی" میں ہے:

(قال أبو عبد الله: لا أعلم شيئا من العمل بعد الفرائض أفضل من الجهاد) روىٰ هذه المسألة عن أحمد جماعة من أصحابه، قال الأثرم:

---

[1] التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد،الحديث الثاني و الثلاثون،ج١٨،ص٣٠٢.

قال أحمد: لا نعلم شيئا من أبواب البر أفضل من السبيل. وقال الفضل بن زياد: سمعت أبا عبد الله، وذكر له أمر العدو فجعل يبكي، ويقول: ما من أعمال البر أفضل منه.

وقال عنه غيره: ليس يعدل لقاء العدو شيء. ومباشرة القتال بنفسه أفضل الأعمال، والذين يقاتلون العدو، هم الذين يدفعون عن الإسلام وعن حريمهم، فأي عمل أفضل منه، الناس آمنون وهم خائفون، قد بذلوا مهج أنفسهم.[١]

ترجمہ:(ابوعبداللہؒ فرماتے ہیں: میں فرائض کے بعد جہاد سے افضل عمل نہیں جانتا)، یہ مسئلہ امام احمدؒ سے اس کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے، اثرمؒ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ نے فرمایا: میں نہیں جانتا نیکیوں کے ابواب میں سے جہاد سے افضل، فضل ابن زیادؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہؒ سے سنا اور ذکر کیا گیا اس کے سامنے دشمن کا تو وہ رونے لگے اور فرمارہے تھے کہ نیکیوں کے اعمال میں سے اس سے افضل کوئی نہیں۔

اور اسی سے نقل ہے کہ دشمن سے ملاقات کسی چیز کے برابر نہیں اور دشمن کے ساتھ خود قتال کرنا افضل اعمال میں سے ہے، اور جو لوگ دشمن کے ساتھ لڑتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام اور اس کے حریم کا دفاع کرتے ہیں، اس سے افضل عمل کونسا ہے ؟لوگ مامون ہے اور یہ خوف کرتے ہیں، خرچ کرتے ہیں اپنی زندگی کو۔

---

[١] المغني لابن قدامة،كتاب الجهاد،باب غزو البحر أفضل من غزو البر،ج٩،ص١٩٩.

چوتھی وجہ: معقول

ثواب وفضیلت کا باب تو عقل وقیاس سے بالا تر ہے، فضائل اور ان کے مراتب قیاسی چیزیں نہیں ہیں، اس لئے محض قیاس کی بنیاد پر تو اس باب میں کوئی فیصلہ کرنا بے جا ہے۔ تاہم مختلف نصوص کی روشنی میں ائمہ اہل علم نے متعدد ایسے اسباب متعین فرمائے ہیں جن کی وجہ سے کسی عمل کے اجر وثواب اور فضیلت میں کمی وزیادتی ہوتی ہے، یہاں ایسے ہی اسباب کی روشنی میں جہاد کی حیثیت معلوم کرنا مقصود ہے۔

کسی عمل کی فضیلت وثواب کے زیادہ ہونے کے متعدد اسباب ہیں، ان اسباب کو دیکھ کر غور کیا جائے تو بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جن اہل علم نے جہاد کو افضل ترین عمل قرار دیا ہے، ان کی بات بہت وقیع ہے، مثال کے طور پر:

الف: کسی نیک کام میں مشقت کا زیادہ ہونا اس کی فضیلت زیادہ ہونے کا باعث ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جہاد میں سب سے زیادہ مشقت ہے کہ جان ہتھیلی میں رکھ کر اقدام کیا جاتا ہے۔ "فتح الباری" میں ہے:

قال ابن دقيق العيد .. لأن الأجور تتفاوت بحسب زيادة المشقة فيما كان أجره بحسب مشقته إذ للمشقة دخول في الأجر[١]

ترجمہ: ابن دقیقؒ فرماتے ہیں مشقت کی زیادتی کے ساتھ اجریں مختلف ہوتی ہیں اس میں جس کا اجر مشقت کی حیثیت سے ہو کیونکہ مشقت کے لئے اجر میں دخل ہے۔

امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک نفل نماز چار چار رکعت پڑھنا بہتر ہے، اس کی دلیل ذکر کرتے ہوئے صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

---

[١] فتح الباري لابن حجر، باب افضل الناس مؤمن مجاهد، ج٦، ص٩.

ولأنه أدوم تحريمة فيكون أكثر مشقة وأزيد فضيلة.[1]

ترجمہ: اس لئے کہ چار رکعات پڑھنے میں تحریمہ کا دوام ہے، لہٰذا یہ زیادہ پر مشقت اور زیادہ باعث فضیلت ہو گی۔

ب: کسی عمل پر دینی نفع کا مرتب ہونا بھی فضیلت کے اسباب میں سے ایک ہے، جس عمل پر جس قدر زیادہ دینی نفع مرتب ہو جاتا ہے، وہ اس قدر زیادہ فضیلت کا حامل قرار پاتا ہے، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جہاد کی بنیاد پر اسلامی خلافت کی بنیاد پڑ جاتی ہے یا پہلے سے قائم خلافت کی بنیادیں مستحکم ہو جاتی ہیں جبکہ خلافت کا قیام تمام نیکیوں سے بڑھ کر نیکی ہی نہیں ہے بلکہ نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔

"المغنی" میں ہے:

ولأن الجهاد بذل المهجة والمال، ونفعه يعم المسلمين كلهم، صغيرهم وكبيرهم، قويهم وضعيفهم، ذكرهم وأنثاهم، وغيره لا يساويه في نفعه وخطره، فلا يساويه في فضله وأجره.[2]

ترجمہ: اور جہاد میں مال اور جان خرچ کرنا ہے اور اس کا نفع سب مسلمان کو عام ہے چاہے وہ چھوٹا ہو، بڑا ہو، قوی ہو، کمزور ہو، مرد ہو، عورت ہو، اور غیر اس کے نفع اور خطرے میں برابر نہیں، پس اس کی فضیلت اور اجر میں بھی برابر نہیں ہو گی۔

ج: قرآن وحدیث میں زیادہ فضائل کا ہونا بھی فضیلت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، جہاد کے بارے میں فضائل بھی بہت زیادہ ہیں۔

---

[1] الهداية في شرح بداية المبتدي، كتاب الصلاة، باب النوافل، ج١ص٦٧.

[2] المغني لابن قدامة، كتاب الجهاد، باب غزو البحر أفضل من غزو البر، ج٩، ص١٩٩.

چھوٹے عمل کی بڑی فضیلت کا قضیہ

متعدد روایات میں معمولی معمولی اعمال پر بڑے اجر وفضیلت کا ذکر وارد ہوا ہے، خود اس کتاب میں بھی متعدد ایسے اعمال وعناصر کا ذکر کیا گیا ہے۔ بعض لوگ اس سے انکار اور بعض اس میں تردّد کرتے ہیں، مثال کے طور پر ایک شخص ایک گھنٹے میں ایک پارہ کی تلاوت کرکے تیس (۳۰) گھنٹوں میں قرآن کریم کا ختم کرلیتا ہے، دوسرا آدمی پانچ منٹ میں تین بار سورۃ اخلاص کی تلاوت کرتا ہے، دونوں کا ثواب کیوں کر برابر ہو سکتا ہے جبکہ ایک شخص نے پورے تیس گھنٹے صرف کئے اور دوسرے نے محض محض چند منٹ! اسی طرح ایک شخص ہزار بار درور شریف پڑھتا ہے اور دوسرا شخص ایک ہی بار درور کا کوئی ایک صیغہ پڑھتا ہے جس میں ہزار بار درود شریف کا ذکر ہو، مثال کے طور پر وہ یہ کہے:

اللهم صلّ وسلّم علىٰ سيّدنا محمّد ألف مرّة.

ترجمہ: اے اللہ رحمت کاملہ اور سلام بھیجیں ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر ایک ہزار مرتبہ۔

ان دونوں کا اجر وثواب کیونکر برابر ہو سکتا ہے جبکہ دونوں کی محنت، عمل اور وقت میں ایک اور ہزار کا فرق ہے!

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا انکار کرنا درست ہے نہ ہی اس میں تردد کرنے کی گنجائش ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان اور اس کے اعمال وافعال سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر اور اسی کی عطاء ہیں، اس لئے ضابطہ کے لحاظ سے تو انسان اپنے کسی بھی نیکی پر اجر وثواب حاصل کرنے کا مستحق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھی عقلاً یہ بالکل بھی واجب نہیں ہے کہ کسی شخص کو اس کی نیکی کی بنیاد پر ضرور اجر دیدے، تاہم چونکہ اللہ تعالیٰ نے

اس کا وعدہ لے رکھا ہے اور قرآن وحدیث کے متعدد نصوص میں اس کا اظہار اعلان فرمایا گیا ہے، اس لئے اتنی بات تو متیقن ہو گئی کہ نیک اعمال پر اللہ تعالیٰ اجر وثواب دیں گے، البتہ کس عمل پر کس قدر اجر وثواب ملے گا؟ چونکہ اعمال پر اصل اجر کا ہونا محض ایک تفضلی امر ہے، اس لئے اس کی مقدار وعوض بھی معقول نہیں ہے، خاص کر اس لئے بھی کہ نیک عمل اور ثواب میں کوئی مجانست بھی نہیں ہے کہ اعمال کے اجر وثواب کا مقدار معلوم ہو سکے، لہٰذا:

الف: اعمال پر اجر وثواب اور اس کی مقدار وصورت، دونوں باتیں محض تعبّدی نوعیت کی حامل ہیں۔

ب: امور تعبّدیہ میں شریعت کے نصوص ہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور وہی سے اس کی نوعیت وکیفیت وغیرہ معلوم کی جاسکتی ہیں۔

اب جن چھوٹے اعمال پر بڑے اجر وفضیلت کا وعدہ فرمایا گیا ہے، ان کے بارے میں مزید کوئی شبہ نہ رہا کہ جب یہ باتیں تعبّدی ہیں اور خود نصوص میں اس خاص اجر وثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے تو اس کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔

سمجھنے کے لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مادی دنیا میں بھی بعض اوقات ایک چیز بڑی مقدار میں ہوتی ہے لیکن اس کی قیمت کم ہوتی ہے، اس کی بنسبت دوسری چیز بہت ہی کم مقدار میں ہوتی ہے لیکن اس کی قیمت کئی گنا زیادہ ہوتی ہے، چنانچہ ایک من روئی اور ایک من سونے کی قیمت کہاں مساوی ہو سکتی ہیں! وزن اور مقدار میں دونوں چیزیں اگرچہ یکساں ہیں لیکن کیفیت اور نوعیت کے لحاظ سے فرق اور بہت فرق ہے، یہی حال مختلف نیک اعمال واشغال کا بھی ہے کہ بعض اعمال مختصر اور چھوٹے ہوتے ہیں لیکن ان کا اجر وثواب

بہت ہو تا ہے ، اس کے بالمقابل بعض اعمال محنت طلب ہوتے ہیں لیکن ان کا اجر و ثواب پہلے اعمال کی کی بنسبت بہت کم ہو تا ہے۔

اگر دونوں باتوں میں کوئی فرق ہے تو یہی ہے کہ اشیاء کی قیمت کا معلوم کرنا ہمارے مشاہدے اور آئے روز تجربے کی بات ہے گو دونوں کے درمیان مناسبت معلوم نہ ہو ، چنانچہ لوگوں کی رغبت کم یا زیادہ ہونے کے علاوہ اس بات کی اور کیا توجیہ کی جاسکتی ہے کہ من سونے کی قیمت تو کروڑوں روپیہ ہوں اور من روئی کی قیمت لاکھ بھی نہیں ہے! جبکہ اعمال کی قیمت اور اجر و ثواب ہمارے مشاہدے کی چیز نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق دوسرے عالم یعنی عالَم آخرت کے ساتھ ہے۔[1]

فضیلت حاصل کرنے کی شرائط

نصوص میں مختلف چیزوں کے فضائل وارد ہوئے ہیں:

الف: ان میں سے بعض فضائل کا تعلق مختلف قسم کے اشخاص، اقوام وطبقات وغیرہ کے ساتھ ہے، مثال کے طور پر حضرات صحابہ کرام کے فضائل۔ ان فضائل کا حکم یہ ہے کہ نصوص میں جس شخصیت، قومیت وغیرہ کا ذکر ہے، فضیلت حاصل کرنے کے لئے اس کا حامل ہونا ضروری ہے اور بس۔ اس کے علاوہ مزید کوئی شرط وقید لگانا درست نہیں ہے۔

ب: بعض فضائل کا تعلق مختلف نیک اعمال کے ساتھ ہو تا ہے، مثال کے طور پر نمازِ تہجد، اشراق، تحیۃ الوضوء، صدقہ دینے، صلہ رحمی کرنے وغیرہ کے فضائل۔ ان

---

[1] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگ بڑے فضائل پر مشتمل چھوٹے چھوٹے اعمال ہی کے پیچھے لگ جائیں؟ مثال کے طور پر قرآن کریم کی مستقل تلاوت کا معمول چھوڑ کر دن بھر میں چند مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنے پر ہی اکتفاء کریں۔ ان جیسی غلط فہمیوں کی اصلاح ودرستگی کے لئے اسی کتاب کا باب سوم ملاحظہ فرمائیں۔

فضائل کو حاصل کرنے کے لئے محض یہ بات کافی نہیں ہے کہ ظاہری اور صوری لحاظ سے متعلقہ عمل انجام دیا جائے بلکہ اس کا خدا تعالیٰ کے یہاں مقبول ہونا بھی لازم ہے۔

عمل کی قبولیت کی شرائط

رہا یہ سوال کہ کوئی عمل خدا تعالیٰ کے یہاں مقبول کیونکر ہو گا؟ مقبولیت کے لئے شرائط کیا اور کونسے کونسے ہیں؟ اس پر اس ناکارہ نے ایک مضمون میں تفصیلی گفتگو کی ہے، تفصیل کے لئے اسی کی طرف مراجعت کر لینی چاہئے، تاہم اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی عمل کے مقبول ہونے کے لئے درج ذیل باتیں ضروری ہیں:

۱: وہ عمل شرعی نقطہ نظر سے درست ہو، کوئی منکر شامل نہ ہو۔

۲: اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ کام انجام دیا جائے، چنانچہ ریاء پر مبنی اعمال خدا تعالیٰ کے یہاں بالکل قبول نہیں۔

"سنن نسائی" میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا، وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ»[1]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتے عمل کو مگر اس کو جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور طلب کیا جائے اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا۔

۳: عمل کرنے والا شخص "متّقی" ہو، ارشاد خداوندی ہے:

{إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ} [المائدة: ٢٧][2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں سے ہی قبول کرتا ہے۔

---

[1] سنن النسائي، كتاب الجهاد، من غزا يلتمس الأجر والذكر، ج٦، ص٢٥.

[2] المائدة، ايت ٢٧.

ہماری عملی کوتاہیاں

قبولیت کے لئے ان مذکورہ شرائط سے وہ متعدد غلطیاں بھی واضح ہو جاتی ہیں جو اس حوالہ سے ہمارے ہاں انجام دی جاتی ہیں، چنانچہ بہت سے لوگ تو ایسے ہیں کہ جب کسی کی فضیلت سنتے ہیں تو ثواب کے شوق میں وہ اس جلد بازی، سرسری پَن کے ساتھ عمل انجام دیتے ہیں کہ اس میں شرعی پابندیوں کا لحاظ تک نہیں رکھتے، مثال کے طور پر جب کسی خاص سورت کے فضائل معلوم ہوئے تو اس قدر تیزی اور جلدی کے ساتھ اس کی تلاوت کرنا شروع کرتے ہیں کہ شرعی ضروری مسائل واحکام تک کا خیال نہیں رکھاجاتا بلکہ لحن جلی کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ تلاوت پورا کرتے ہیں، یوں ہی کسی نفل نماز کا اجر معلوم ہوا تو کثرت اور جلدی کے ساتھ اس کو پڑھنا شروع کیاجاتاہے اوراس کے متعلقہ احکام وآداب کی بالکل رعایت نہیں رکھی جاتی، حالانکہ غور کرنے کی بات ہے کہ جب عبادت کی کوئی ایک ضروری شرط کی خلاف ورزی ہوگئی تو شرعی نقطہ نظر سے قبولیت کی پہلی شرط مفقود ہوگئی اوراس کے بعد اجر وثواب کا ہونا موعود نہیں۔

اسی طرح بہت سے لوگ ایسے فضائل اور اجر وثواب والے اعمال کا توخوب اہتمام کرتے ہیں چنانچہ بہت سے لوگ درور شریف، مختلف نوافل، صدقات وغیرہ قابل قدر حد تک پابندی کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ مختلف دینی فرائض اور شرعی واجبات کو چھوڑ بیٹھتے ہیں، یا مختلف گناہوں اور منکرات کو مستقل عادت کے طور پر اپنائے ہوتے ہیں حالانکہ واجب کو چھوڑنا اور گناہوں کا ارتکاب کرنا اور اس سے توبہ نہ کرنا ایسا کام ہے جو تقویٰ کے تقاضے کے سراسر خلاف ہے، جو شخص ایسا کرتا ہے وہ متّقی نہیں کہلاتا اور ابھی ذکر کیا گیاہے کہ کسی عمل کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ عمل

کرنے والا شخص تقویٰ کی صفت سے متصف ہو، جب تقویٰ نہ رہا تو عمل قبول نہیں ہوا اور
قبولیت کے بغیر کوئی فضیلت کہاں یقینی ہو سکتی ہے!

باب دوم:

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق مع مفید اضافہ جات

اعمال میں فضیلت کے اسباب

قرآن وحدیث میں نیک اعمال اوران پر مرتب ہونے والے ثمرات ونتائج حاصل کرنے میں تنافس اور مسابقت کی ترغیب دی گئی ہے، یوں تو اعمال صالحہ آخرت کی کرنسی اور اس جہاں میں کامیابی وکامرانی کی کلید ہے لیکن جس طرح اخروی درجات ومراتب یکساں نہیں ہیں یوں ہی اعمال کی قوت وافادیت بھی ایک جیسا نہیں ہے بلکہ بعض اعمال وافعال دوسرے اعمال کی بنسبت زیادہ نفع بخش اور موجب ثواب ثابت ہوتے ہیں۔ اخروی درجات ومنازل کے متعلق قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ:

{ انْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا} [الإسراء: ٢١][١]

ترجمہ: دیکھو ہم نے ایک کو دوسرے پر کیسی فضیلت دی ہے اور آخرت کے تو بڑے درجے اور بڑی فضیلت ہے۔

عمل پر ثواب نعمت خداوندی ہی ہے

اہل سنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ انسان جو کچھ اعمال وافعال انجام دیتا ہے اس پر وہ ثواب کا اصلاً مستحق نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا خالص فضل وکرم ہی ہے جو مختلف اعمال وافعال پر مختلف انعامات وثواب سے نوازتا ہے اور اعلان واظہار کی شکل میں اس کا باقاعدہ وعدہ کر رکھا ہے کیونکہ حضرت انسان اللہ تعالی کا مخلوق ومملوک ہے اوراس

---

[١] الإسراء،ایت ٢١.

پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی طاقت وتوفیق کے بل بوتے وہ کوئی عمل سر انجام دے سکتا ہے۔

نصوص میں مختلف اعمال پر مختلف قسم کے اجر وثواب کا ذکر کیا گیا ہے مثال کے طور پر سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۹ میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام شریف کی عمارت کرنا یہ دونوں کام گو عبادت اور سعادت ہیں لیکن ایمان اور جہاد کے برابر نہیں ہے بلکہ ایمان وجہاد اور ساتھ ہجرت بھی ہو تو ان اعمال کا درجہ بہت بڑا ہے،اسی طرح بعض نصوص میں چھوٹے چھوٹے اور آسان ومختصر اعمال پر بڑے بڑے اجر وثواب کی خبر دی گئی ہے، مثلاً بعض روایات میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ سورۃ اخلاص تین مرتبہ پڑھنے پر ایک ختم قرآن کا ثواب ملتا ہے لیکن سورۃ انفال وسورۃ توبہ، سورۃ اخلاص سے دسیوں گنا بڑھے ہیں اور ان کا پڑھنا سورۃ اخلاص کی بنسبت زیادہ وقت اور دقت طلب ہے لیکن پھر بھی ان پر پورے ختم قرآن کا وعدہ نہیں فرمایا گیا۔

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سارے اعمال اجر وثواب کے لحاظ سے ایک جیسے نہیں ہیں بلکہ بہت فرق ہے۔

اجر وفضیلت کے اسباب وعناصر

اب کونسا عمل زیادہ اجر وفضیلت کا باعث ہے اور کس عمل پر زیادہ ثواب وانعام مرتب ہوتا ہے؟

تمام نصوص کو سامنے رکھ کر جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اعمال میں فضیلت کے اسباب وعناصر مختلف ومتعدد ہیں بلکہ مختلف وجوہات کی بناء پر کوئی عمل دوسرے

اعمال کی بنسبت زیادہ اجر وثواب کا حامل بن جاتا ہے اوراس پر عمل کرنے والے نہ کرنے والے سے سبقت لیکر زیادہ اجر ومرتبے کا مستحق بن جاتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ وہ اسباب وعناصر کون کونسے ہیں جس کی بناء پر اعمال میں قوت وفضیلت پیدا ہو جاتی ہے؟اسی سوال کے جواب دینے یہ سطور تحریر کئے جاتے ہیں۔اس کے متعلق ہمارے ہندوستان کی مایہ ناز جامع شخصیت محدّث الہند حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمہ اللہ نے ایک بہت ہی مفید رسالہ تحریر فرمایاہے جس کا نام ہے "السرّ الجلیل فی تفضیل الشیخین"۔اس رسالے کا اصل موضوع ومقصود تو حضرات شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کی افضیلت ثابت کرنا ہے لیکن اس سے اعمال کی فضیلت کے معاییر واسباب بھی واضح ہو جاتے ہیں یہاں اسی کو بنیاد پر رکھ کر اور ساتھ کچھ دیگر مفید اضافات کے ساتھ درج بالا سوال کے جواب دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

فضیلت کی دو قسمیں: کسبی اور وہبی

فضیلت کی دو قسمیں ہیں: ایک کو وہبی جبکہ دوسرے کو کسبی کا نام دینا آسان ومناسب معلوم ہوتا ہے ،حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کو فضیلت جزائی اوراختصاصی کا نام دیاہے۔

بہر حال کسی شخص کی فضیلت کی ایک قسم تو وہ ہے جو اسی شخص کے اعمال وافعال کی بنیاد پر ہو مثلاً وہ نماز، روزہ اور صدقات زیادہ کرتا ہے اور ان اعمال کی بناء پر وہ اپنے دوسرے ساتھی سے سبقت لیکر فضیلت حاصل کرے اور ایک قسم فضیلت کی وہ ہے جو اعمال وافعال کے بغیر محض اللہ تعالی کی فضل وکرم سے عطاء ہو ،اور جیسا کہ پہلے تحریر کیا گیا ہے کہ اعمال وافعال پر جو اجر وثواب مرتّب ہو تا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہی ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ اس کو ایک عام قاعدہ وقانون کی طرح اپنے اوپر گویالازم کرر کھا

ہے کہ جو شخص فلاں فلاں نیکی کرے گا میں اس کو اتنا اتنا ثواب دوں گا اس لئے یہ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ گویا عمل کا بدلہ اور جزاء ہے اس لئے حضرت شاہ صاحب نے اس کو فضیلت جزائی کا نام دیا ہے یہاں اس کے لئے کسبی کا عنوان اختیار کیا گیا ہے جبکہ دوسری قسم کی فضیلت میں انسانی عمل کا کوئی دخل نہیں ہوتا اس لئے اس کو وہبی کا نام دیا گیا ،مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو یوں ہی بے پناہ مرتبوں سے نوازے یا مثلاً نبوت ورسالت ایک وہبی منصب ہے جس میں انسان کی محنت و عمل کا دخل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس عظیم مرتبہ پر فائز کر دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ مقام نبوت ورسالت کے فضائل ودرجات عام انسان کے ادراک سے بلند ہیں۔

فضیلت کسبی کے سات بنیادی اسباب ووجوہات

اب فضیلت وہبی تو کسی قاعدہ و قانون کی پابند نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق کچھ تفصیل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن فضیلت کسبی کے قواعد وضوابط نصوص سے معلوم ہوتے ہیں اس لئے اس کے متعلق تفصیل ذکر کرنا مفید ہے۔وہ یہ ہے کہ ایک عمل دوسرے کی بنسبت جو زیادہ ثواب وفضیلت کا باعث بنتا ہے اس کے بڑے بڑے اسباب سات ہیں، یہاں سب کا پہلے اجمال اور پھر تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، وہ سات (۷) درج ذیل ہیں:

۱:ماہیّتِ عمل۔
۲:علّیت عمل۔
۳: کیفیت عمل۔
۴: کمیت عمل۔
۵:زمانِ عمل۔

٦: مکانِ عمل۔

۷: کچھ خارجی امور کا عمل کے ساتھ مل جانا۔

پہلی وجہ: ماہیّتِ عمل

یعنی عمل کی کسی خاص شکل وصورت کو شریعت میں زیادہ اجر وثواب کا باعث قرار دیا گیا ہو، مثال کے طور پر صدقہ وخیرات بھی ایک عمل ہے اور جہاد وہجرت بھی، عمل صالح ہونے میں دونوں مساوی ہیں لیکن جہاد وہجرت کا ثواب صدقے وخیرات کی بنسبت بہت زیادہ ہے، یوں ہی نماز ودیگر عبادات کا حال ہے، فرض ونفل میں بھی یہی فرق ہے ایک شخص چار رکعت فرض پڑھتا ہے اور دوسرا چار رکعت نفل، دونوں میں بظاہر کوئی فرق نہیں ہے لیکن جو ثواب فرض نماز پر ملتا ہے وہ نفل سے دسیوں گنا زیاد ہے۔ اسی طرح دو آدمی جہاد کرتے ہیں لیکن ایک باقاعدہ میدان کارزار میں دادِ شجاعت دیتا ہے اور دوسرا اس کو کمک پہنچاتا ہے تو جہاد اور مجاہد ہونے میں گو دونوں برابر ہیں لیکن اجر وثواب میں تفاوت ہے۔

دین کی نصرت وتائید کا عمل

اسی کے تحت ان تمام اعمال کو بھی داخل کیا جاسکتا ہے جن سے دین اسلام کی نصرت اور تائید ہوتی ہو، جن اسباب کی بنیاد پر کسی عمل کو زیادہ باعث اجر وفضیلت قرار دیا جاتا ہے، ان میں سے ایک بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ کسی عمل کی وجہ سے دین کی تائید وتمکین ہوتی ہو۔

حضرت مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ اپنے ایک خلیفہ کے چند سوالات کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"ایک جماعت نے دوسروں کے فضائل ومناقب کی کثرت پر نظر ڈال کر آپ(صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کی افضلیت میں توقف کیا ہے۔وہ یہ نہیں جانتے کہ اگر افضلیت کا سبب فضائل ومناقب کی کثرت ہوتا تو بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ امت کی عوام اپنے نبی کے مقابلے میں بہت زیادہ فضائل رکھتے ہیں جو نبی بھی نہیں رکھتے،لہذا افضلیت کا سبب دوسری چیز ہے جو فضائل ومناقب سے بالا ہے۔اور وہ اس فقیر کے نزدیک دین کی تائید میں پہل کرنا اور مال وجان خرچ کرنے میں پیش پیش رہنا رب العالمین کے دین کے احکام کی نصرت میں ہے اور چونکہ پیغمبر سب سے اسبق ہے لہذا وہ سب سے افضل ہیں،اور اسی طرح جو شخص بھی اس کام(تائید دین) میں اسبق ہے وہ دوسرے مسبوقین سے افضل ہے،گویا کہ دین کے کام میں سابق ہونا متاخرین کے استاد ومعلم کی طرح ہے۔کیونکہ متاخرین سابقین کے انوار سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور ان کی برکات سے استفادہ کرتے ہیں۔"[1]

دوسری وجہ علّیت عمل

یعنی جس جذبہ ونیت کے تحت عمل انجام دیا جاتا ہے اس میں تفاوت کی وجہ سے عمل کی فضیلت وبرتری میں تفاوت آجاتا ہے، اس کو آسانی کے لئے "مقصودِ عمل" یا "نیتِ عمل" کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔اس کا تعلق اخلاص اور ریاء کے ساتھ ہے، کوئی عمل کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو لیکن اگر اخلاص سے خالی وعاری ہو تو اس کی کوئی فضیلت نہیں ہے اوراس کی بنسبت وہ عمل زیادہ موجبِ اجر وفضیلت قرار پائے گا جو اخلاص کے ساتھ وجود میں آجائے اگرچہ بظاہر وہ چھوٹا عمل ہی کیوں نہ ہو۔

---

[1] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۹۹، ج۳ص۳۲۹۔

مثال کے طور نماز وجہاد افضل ترین اعمال ہیں لیکن اگر ریاء کے طورپر ہو تو اس کے مقابلے میں وہ مختصر ذکر و تلاوت یا صدقہ وخیرات زیادہ فضیلت کے موجب ہیں جو اخلاص کے ساتھ انجام پائیں۔ اخلاص کی نقیض عدمِ اخلاص ہے جس کی دو صورتیں ہیں: ریاء اور غفلت، ریاء کا مطلب تو ظاہر ہے، غفلت یہ ہے کہ عمل کرتے وقت کوئی نیت نہ کی جائے اور چونکہ اعمال پر ثواب ہونے نہ ہونے کا دار مدار نیت پر ہے اس لئے ان دونوں صورتوں میں عمل کے ثواب کا کوئی استحقاق نہیں رہتا۔

پھر جس طرح نیت خالص ہونے اور نہ ہونے کی وجہ سے اعمال کی فضیلت میں تفاوت آتا ہے یوں ہی نیتوں کے کم زیادہ ہونے کا اس میں دخل ہے چنانچہ زید کوئی مباح کام کرتا ہے اور اس میں کوئی ایک اچھی نیت بھی کرتا ہے جبکہ عمر اسی عمل میں پانچ، چھ اچھی نیتیں جمع کرکے وہی عمل انجام دیتا ہے تو اب ماہیت کے لحاظ سے دونوں اعمال برابر ہیں اور مقدر میں بھی برابر ہیں کہ ایک ایک بار عمل انجام پایا، لیکن عمر کے عمل میں نیتیں متعدد تھیں تو اس کے مطابق اس کی اجر وفضیلت بھی زیادہ ہوگی، حضرات سلف صالحین جو دینی کاموں اور اجر وفضیلت حاصل کرنے کے بڑے مشتاق اور اس باب میں زیادہ حریص تھے، اس بات کا بڑا اہتمام کرتے تھے کہ کوئی مباح کام بلا نیت نہ ہو اور نیت بھی ایک نہیں بلکہ موقع ومحل کے مناسب مختلف ومتعدد نیتیں جمع کرکے عمل کیا کرتے تھے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "اربعین" میں اس کی خوب تفصیل ذکر فرمائی ہے جس کی طرف مراجعت کرنا مفید ہے۔

تیسری وجہ: کیفیتِ عمل

کیفیت سے مراد طور وطریقہ ہے، یعنیٰ عمل جس طور وطریقے سے انجام دیا جائے، اس میں فرق کی وجہ سے اعمال کی فضیلت اور اس پر مرتب ہونے

والے اجر وثواب میں تفاوت ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر زید و بکر دونوں وضوء کر کے نماز پڑھتے ہیں مگر زید تمام سنن وآداب کی رعایت رکھ کر نماز پڑھتا ہے جبکہ بکر ان چیزوں کا کوئی خیال نہیں رکھتا تو باوجودیکہ دونوں کا عمل شکل وصورت اور مقدار و کمیت میں برابر ہیں لیکن ثواب میں مساوی نہیں ہیں۔ یوں ہی ایک آدمی نماز کے اندر تلاوت کرتا ہے اور دوسرا نماز سے باہر یوں ہی تلاوت کرتا ہے تو نماز میں تلاوت کا ثواب کئی گنا زیادہ ہو گا۔ البتہ یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ جس طرح ثواب وعذاب کا اصل معاملہ خالص شرعی معاملہ ہے جس میں وحی کی رہنمائی کے بغیر کوئی باز یافت نہیں ہو سکتی یوں ہی کسی خاص وضع و کیفیت کے معاملہ میں بھی محض عقل ورواج کی وجہ سے کسی ہیئت و کیفیت کو فضیلت کا معیار گردانا کسی طرح درست نہیں ہے، بلکہ ایسا اعتقاد بدعت ہے جس کا مذموم ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔

ایمان کی پختگی کے ساتھ نیک اعمال کی فضیلت

اگر کسی شخص کا ایمان پختہ ہے، ایمانی صفات کا حامل ہوں، اس کا نیک عمل دیگر افراد کے نیک عمل سے ممتاز ہے، دونوں بظاہر ایک ہی نیک عمل کر رہے ہوتے ہیں لیکن دونوں کے اجر وفضیلت میں بے تحاشا تفاوت ہو گا۔ " صحیح بخاری" میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" إذا أحسن أحدكم إسلامه: فكل حسنة يعملها تكتب له بعشر أمثالها إلى سبع مائة ضعف، وكل سيئة يعملها تكتب له بمثلها "[1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حسن اسلام المرء، ج١، ص١٧.

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے اسلام میں حسن پیدا ہو جائے تو ہر وہ نیکی جو وہ کرتا ہے اس کے بدلے میں دس سے لے کر سات سو گنا تک ثواب لکھا جاتا ہے اور ہر وہ گناہ جو اس سے سرزد ہوتا ہے وہ صرف اتنا ہی لکھا جاتا ہے۔

خشوع و خضوع کے ساتھ عمل کی فضیلت

کیفیت کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ کوئی شخص حضور ذہنی اور خشوع و خضوع کے ساتھ کوئی عبادت کرتا ہے اور دوسرا شخص وہی عمل کرتا ہے لیکن پہلے کی طرح خشوع نصیب نہ ہو۔ حضرت ملاّ علی قاری رحمہ اللہ "حدیث جویریہ" کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

أقول: دل الحديث على أن الكيفية في الذكر باعتبار تصور المذكور في ذهن الذاكر أرجح على الكمية المجردة عن تلك الكيفية، وعلى هذا القياس قراءة القرآن مع التدبر والتفكر والحضور والتذكر، ولو في آية تفضل على القراءة الكثيرة الخالية عما ذكر، فالمراد حث أم المؤمنين وترغيبها على التذكر في الذكر، وإلا فمن المعلوم أن الكلمات الواردة على لسانه – صلى الله عليه وسلم – أفضل من جميع الأذكار الواردة على لسان غيره۔[1]

ترجمہ: میں کہتا ہوں: حدیث دلالت کرتا ہے کہ کیفیت ذکر میں مذکور کے تصور کے اعتبار سے ہے صرف کمیت پر راجح ہے اس کیفیت سے اور اسی پر قرآن پاک کی قرات کا قیاس ہے تدبر تفکر حضور اور تذکر کے ساتھ اگرچہ وہ ایک آیت میں ہو اس کو فضیلت حاصل ہے کثرت قرات پر جو ان مذکورہ اشیاء سے خالی ہو۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب أسماء اللہ تعالی، ج۴ ص۱۵۹۶.

پس اس میں ام المومنین کو اور ترغیب ہے تذکر کا ذکر میں ورنہ یہ بات تو معلوم ہے کہ جو کلمات حضور ﷺ کی زبان پر وراد ہوئے ہے وہ افضل ہے ان تمام اذکار سے جو غیر کی زبان پر وارد ہوا ہے۔

اللہ کے راستے میں روزہ رکھنا

متعدد صحیح روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں روزہ رکھنے کی فضیلت عام روزوں سے کہیں زیادہ ہے، عام روزوں کی اجر وفضیلت تو اپنی جگہ نصوص میں ذکر کی گئی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے رستے میں روزہ رکھنے کے متعلق یہ خصوصی فضیلت بھی ثابت ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کو جہنم سے ستّر (۷۰) سال کی مسافت تک دور رکھتا ہے، چنانچہ " صحیح مسلم شریف" میں ہے:

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم: «ما من عبد يصوم يوما في سبيل الله، إلا باعد الله، بذلك اليوم وجهه عن النار سبعين خريفا»[1]

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس دن کی وجہ سے اس کے چہرے کو دوزخ کی آگ سے ستر سال کی دوری کے برابر کر دے گا۔

اس خاص فضیلت کا سبب "اللہ تعالیٰ کے راستے میں روزہ رکھنا "ہے جو اسی سبب سوم یعنیٰ کیفیتِ عمل یا سبب ہفتم کے تحت داخل کیا جاسکتا ہے۔

---

[1] صحيح مسلم كتاب الصيام باب فضل الصيام في سبيل الله لمن يطيقه بلا ضرر ولا تفويت حق، ج۲ص۸۰۸.

عارفین اور غیر عارفین کی عبادات کا فرق

بعض بزرگوں نے تحریر فرمایا ہیں کہ مقرّبینِ الٰہی اور عارفین کی نماز وطاعات کا ثواب عام افراد کی بنسبت زیادہ ہوتا ہے یعنی گویا کہ قربِ اور معرفت الٰہی بھی فضیلت کے اسباب وعناصر میں سے ایک ہے اور قرب ومعرفت میں جس قدر ترقی ہوگی اسی کے بقدر اعمال کے اجر وثواب میں بھی زیادتی ہوگی۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتّی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جاننا چاہئے کہ کامل کی عبادات سے قرب الٰہی ایسی ترقی پکڑتا ہے جس کا اعتبار نہ کیا جاسکے اور ناقص کی عبادات سے قربِ الٰہی حاصل تو ہوتا ہے لیکن غیر معتبر۔ کیونکہ ناقصوں کی عبادت کا ثواب کاملوں کی عبادت کے ثواب سے کمتر ہوتا ہے۔۔ تمام اہل جہاں کی عبادت گو ولی کی عبادت کا سایہ ہے"[1]۔

مولانا نازوار حسین شاہ صاحب کی کتاب "عمدۃ السلوک" میں ہے:

"مسئلہ: زیادہ قرب الٰہی والے اولیاء کی عبادت کا ثواب ان سے زیادہ ہے جو قرب میں ان سے کم ہیں اور قرب کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم پر رکھنا چاہئے۔(یہ مضمون مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدّس سرہ، حضرت خواجہ محمد معصوم قدّس سرہ وارشاد الطالبین مصنّفہ قاضی ثناءاللہ پانی پتّی سے ماخوذ ہے۔"[2]

فضیلت کے اس معیار کے متعلق کوئی صریح روایت تو نظر سے نہیں گذری، البتہ سبب دوم اور سبب سوم یعنیٰ نیت عمل اور کیفیت عمل کے تحت اس کو داخل کرسکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صحیح اور درست معرفت وقربت ایسی عظیم نعمت ہے جس

---

[1] ارشاد الطالبین اردو ترجمہ، ص۶۸

[2] عمدۃ السلوک، ص۳۴۳

کے بعد عارف کی نیت میں بھی خوب پاکیزگی اور گہرا خلوص جڑ پکڑتا ہے اور اسی کی برکت سے ظاہری و باطنی آداب بجالانے کا استحضار بھی نصیب ہو جاتا ہے البتہ جیسا کہ "عمدۃ السلوک" کی عبارت میں ذکر کیا گیا کہ قربِ الٰہی کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے اس لئے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی سپرد کر دینا چاہیئے اور مقابلے کے انداز میں اس کو پیش کرنے سے گریز کرنا ضروری ہے کہ یہ غیب کے تیر مارنے کے بھی مترادف ہے اور ساتھ دیگر مفاسد بھی ہیں۔ہاں نیک اعمال اور زیادہ سے زیادہ اجر وثواب کے حاصل کرنے میں منافست ہونی چاہیئے اس لئے ہر شخص کو چاہیئے کہ تقرب الٰہی کے اسباب وذرائع اختیار کرنے میں سنجیدگی اور استقامت کا ثبوت دے۔

چوتھی وجہ: مقدارِ عمل

اعمال کی تعداد وکمیت میں تفاوت ہو، مثال کے طور پر زید دس رکعت نفل پڑھے اور عمر چھ رکعت، زید دو ختم قرآن کرے اور عمر ایک۔اس کی اصل وہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے دو مسلمانوں کے درمیان مواخاۃ یعنیٰ بھائی چارگی قائم فرمائی، ان میں سے ایک صاحب پہلے شہید ہوگئے اور دوسرا اس کے ایک عرصہ بعد فوت ہو گیا۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کے لئے دعاء فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کو پہلے والے بھائی کے ساتھ ملحق فرمائے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ پہلے شخص کے بعد اس دوسرے شخص نے جو نماز واعمال انجام دیئے یا اس کے بعد زندہ بھائی نے جو روزے رکھے وہ کہاں جائیں گے؟ ان دونوں کے درمیان آسمان وزمین جتنا فاصلہ ہے۔مسند احمد میں ہے:

عن عبيد بن خالد، رجل من بني سليم قال: آخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بين رجلين، فقتل أحدهما، ومات الآخر بعده،

فصلينا عليه، فقال رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم: " ما قلتم؟ " قالوا: دعونا له أن يغفر له، وأن يرحمه، وأن يلحقه بصاحبه. فقال رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم: " فأين صلاته بعد صلاته، وعمله بعد عمله، أو صيامه بعد صيامه؟ " قال: " إن ما بينهما كما بين السماء والأرض " -[1]

ترجمہ:"حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے بنو سلیم کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دو آدمیوں کے درمیان مواخات قائم فرمائی، ان میں سے ایک تو شہید ہو گیا اور کچھ عرصے بعد دوسرا (طبعی طور پر) فوت ہو گیا، لوگ اس کے لئے دعاء کرنے لگے، نبی ﷺ نے فرمایا تم لوگ کیا دعاء کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ یہ کہہ رہے ہیں اے اللہ! اس کی بخشش فرما، اس پر رحم فرما اور اسے اس کے ساتھی کی رفاقت عطاء فرما، نبی ﷺ نے فرمایا تو پھر شہید ہونے والے کے بعد اس کی پڑھی جانے والی نمازیں کہاں گئیں؟ جو روزے اس نے بعد میں رکھے یا جو بھی اعمال کئے، وہ کہاں جائیں گے؟ ان دونوں کے درمیان تو زمین و آسمان سے بھی زیادہ فاصلہ ہے۔"

یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ مقدار عمل کا ہر جگہ یہ مطلب ضروری نہیں ہے کہ ہر ہر عمل جدا جدا ہو اور ہر ایک کے لئے الگ الگ طور پر اقدام کیا جائے، بلکہ مقدار میں زیادتی پیدا کرنے کی ایک صورت اور بھی ہے جہاں عامل عمل ایک ہی بار کرتا ہے لیکن عمل کی مقدار میں زیادتی پیدا ہوتی ہے۔ اس کی اصل وہ روایت ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل فرمائی ہے، صحیح مسلم میں ہے:

[1] مسند أحمد ط الرسالة، رقم الحديث: ١٧٩٢٣، ج٢٩ص٤٤٥-

عن ابن عباس، عن جويرية، أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج من عندها بكرة حين صلى الصبح، وهي في مسجدها، ثم رجع بعد أن أضحى، وهي جالسة، فقال: «ما زلت على الحال التي فارقتك عليها؟» قالت: نعم، قال النبي صلى الله عليه وسلم: "لقد قلت بعدك أربع كلمات، ثلاث مرات، لو وزنت بما قلت منذ اليوم لوزنتهن: سبحان الله وبحمده، عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته".[١]

ترجمہ: حضرت جویریہؓ سے منقول ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ صبح کے وقت نماز فجر کے لئے ان کے پاس سے نکلے اور وہ اپنے مصلی پر بیٹھی ہوئی تھیں جب رسول کریم ﷺ چاشت کے وقت واپس تشریف لائے وہ اپنی جگہ یعنی مصلی پر بدستور بیٹھی ہوئی تھیں آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جس حالت میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا اسی طرح مسلسل بیٹھی ہوئی ہو؟ یعنی صبح کے وقت سے اب تک کہ چاشت کا وقت آگیا ہے مصلی پر بیٹھی ہوئی اسی طرح ذکر الٰہی میں مشغول ہو) انہوں نے کہا کہ جی ہاں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہے ہیں وہ چار کلمے ایسے ہیں کہ اگر ان کو اس چیز سے تولا جائے جس کے کہنے میں تم ابتداء دن سے اب تک مشغول رہی ہو تو وہ اس چیز پر بھاری رہیں گے۔ اور وہ چار کلمے یہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضاء نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ۔ (میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں اس کی مخلوقات کی تعداد کے بقدر اور اس کی

---

[١] صحيح مسلم،باب التسبيح أول النهار وعند النوم، ج٤ص٢٠٩٠.

ذات کی مرضی کے موافق اور اس کے عرش کے وزن کے مطابق اور اس کے کلموں کی مقدار کے مانند ہے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نماز فجر سے لیکر اشراق تک بیٹھا ذکر کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مصروف رہے اور دوسرا شخص اس کی بنسبت بہت ہی کم وقت میں درج بالا کلمات تسبیح و تحمید کی نیت سے تین مرتبہ دہرائے تو اس دوسرے شخص کا ثواب پہلے شخص کی بنسبت زیادہ ہو گا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص مثال کے طور پر سو بار "سبحان اللہ والحمد اللہ" پڑھتا رہے تو اس کو ضابطے کے مطابق سو مرتبہ پڑھنے کا اجر ملے گا اور اگر کوئی شخص ایک بار "سبحان اللہ والحمد للہ الف مرّۃ" کہے تو اس کو ہزار بار ان کلمات پڑھنے کا ثواب ملے گا کیونکہ اس نے اجمالی طور پر ہزار بار تسبیح و تحمید کی ہے۔ اگر کوئی شخص زید سے سو بار یہ کہے کہ "میرے ذمے آپ کے دس روپے ہیں" تو ضابطے کے مطابق اس پر ہزار روپے لازم ہوں گے ،دوسری طرف اگر کوئی شخص صرف ایک ہی مرتبہ یہ کہے کہ "میرے ذمہ آپ کے دس ہزار روپے ہیں" تو اس پر ایک ہی بار اس جملہ کہنے کی وجہ سے دس ہزار روپے ہی لازم ہوں گے۔ یوں ہی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے متعلق دو مرتبہ یہ کہے کہ " تجھے طلاق ہے" اور دوسری طرف ایک شخص کہے "تجھے تین طلاق ہیں" تو اس دوسرے شخص کی بیوی کو پہلے شخص کی بیوی کے بنسبت ایک طلاق زیادہ واقع ہو گی اگر چہ اس نے دو مرتبہ طلاق دی ہے اور اس نے ایک ہی بار طلاق کا جملہ کہا ہے۔ قاضی شوکانی تحریر فرماتے ہیں:

وفي الحديثين الآخرين فائدة جليلة وهي أن الذكر يتضاعف ويتعدد بعدما أحال الذاكر علىٰ عدده وإن لم يتكرر الذكر في نفسه فيحصل

مثلا على مقتضى هذين الحديثين لمن قال مرة واحدة سبحان الله عدد كل شيء من التسبيح ما لا يحصل لمن كرر التسبيح ليالي وأياما بدون الإحالة على عدد.[1]

ترجمہ: اور آخری دونوں حدیثوں میں بہت فائدہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ ذکر دوگنی اور متعدد ہوتی ہے ذاکر کے عدد کی زیادتی سے اگرچہ فی نفسہ ذکر متعدد نہ ہو تو اس کو ثواب حاصل ہو گا، مثلا: ان دونوں حدیثوں کے مقتضی پر اس کے لئے جو ایک مرتبہ تسبیح میں سے کہے کہ سبحان اللہ عدد کل شیٔ تو اس کے لئے حاصل نہ ہو گا جو تسبیح کو مکرر دن اور رات پڑھے بغیر عدد کا ذکر کئے ہوئے۔

ذخیرہ احادیث میں اس طرح دیگر روایات بھی ہیں، مثلاً سنن ابی داؤد میں ہے:

عن عائشة بنت سعد بن أبي وقاص عن أبيها: أنه دَخَلَ مع رسولِ الله – صلَّى الله عليه وسلم – على امرأةٍ وبين يديها نَوَىً – أو حَصًى – تُسبّح به، فقال: "أُخبِرُكِ بما هو أيْسَرُ عليكِ من هذا، أو أفضل" فقال: "سُبْحانَ الله عَدَدَ ما خَلَقَ في السَماء، وسُبحانَ الله عَدَدَ ما خَلَقَ في الأرض، وسُبحَانَ الله عَدَدَ ما بين ذلك، وسُبحانَ الله عَدَدَ ما هو خَالِقٌ، واللهُ أكبَرُ مِثلَ ذلك، والحمدُ لله مثلَ ذلك، ولا إله إلا الله مثلَ ذلك، – ولا حَولَ ولا قُوةَ إلا بالله مثلَ ذلك".[2]

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ ایک عورت کے پاس گئے جس کے سامنے گھٹلیاں (کنکریاں) پڑھی ہوئی تھیں جن کے

[1] نيل الأوطار،باب جواز عقد التسبيح باليد وعده بالنوى ونحوه،ج٢ص٣٦٦.

[2] سنن أبي داود ت الأرنؤوط، باب التسبيح بالحصى،ج٢ص٦١٥.

ذریعہ وہ تسبیح پڑھ رہی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھ کو اس سے زیادہ آسان طریقہ نہ بتاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ بَيْنَ ذَلِكَ وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ اور اسی طرح الله اکبر اور اسی طرح الْحَمْدُ لِلهِ اور اسی طرح لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ اور اسی طرح لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ ۔

اس کی شرح میں علامہ محمود سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(وفي الحديث) دلالة على الترغيب في الذكر بهذه الكلمات وأن الذكر يتضاعف ويتعدد بعدد ما أحال عليه الذاكر وإن لم يتكرر الذكر فيحصل لمن قال سبحان الله عدد كل شيء مثلًا مرة ما لا يحصل لمن كرر التسبيح بدون إحاله على عدد.[١]

ترجمہ: اور اس حدیث میں مذکورہ کلمات کے ساتھ ذکر کرنے کی ترغیب پر دلالت ہے اور ذکر دوگنی ہو جاتی ہے اور ذاکر جتنی عدد میں زیادتی کرے گا اتنا ہی ذکر متعدد ہو گا، اگرچہ ذکر کا تکرار نہ کریں تو اس کے لئے حاصل ہو گا جو کہے پاک ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کی عدد کے برابر پس حاصل نہ ہو گا اس آدمی کے لئے جو تسبیح کا تکرار کریں بغیر احالہ عدد کے۔

---

[١] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود، باب التسبيح بالحصى، ج٨ص ١٦٧.

پانچویں وجہ: زمانِ عمل

عمل، ماہیت اور صورت ومقدار وغیرہ کے لحاظ سے ایک جیسا ہو لیکن دونوں اعمال کا وقت اور زمانہ مختلف ہو، مثال کے طور زید آج شعبان میں دو رکعت نماز ادا کرتا ہے جبکہ عمل یہی دو رکعت پڑھتا ہے لیکن رمضان میں۔ اسی طرح خالد عام دنوں میں دو تین دن روزہ رکھتا ہے جبکہ ماجد ذی الحجہ کے تین دن روزہ رکھتا ہے۔ جن موسموں اور اوقات کی فضیلت کسی نص سے ثابت ہو اس میں نصوص کے مطابق کوئی کام کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہو عام اوقات میں اسی کام کے انجام دینے پر۔ اس کی اصل وہ نصوص ہیں جس میں کسی عمل کی فضیلت ذکر کی گئی ہیں، درج ذیل یہ آیت کریمہ سے بھی استیناس کیا جاسکتا ہے:

{ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا } [الحديد: ١٠][1]

ترجمہ: تم میں سے اور کوئی اس کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا، یہ ہیں کہ اللہ کے نزدیک جن کا بڑا درجہ ہے ان لوگوں پر جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔

اس آیت مبارکہ میں فتح مکہ سے پہلے کے صدقہ وقتال کو اس صدقہ وقتال سے افضل قرار دیا گیا جو فتح مکہ کے بعد ہو، دونوں اعمال ایک جیسے ہیں صرف زمانے کے فرق کی وجہ سے ان کی فضیلت اور اس پر مرتب ہونے والے اجر وثواب میں فرق کیا گیا۔

---

[1] الحديد, ايت ١٠.

پُر فتن دور میں عبادت کی اجر واہمیت

اسی کے تحت وہ نصوص بھی داخل ہیں جن میں "ایام الہرج"یعنیٰ فتنوں اور قتل وغارت گری کے زمانے میں عبادت کرنے کا ثواب ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

عن معقل بن يسار، أن رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم، ح وحدثناه قتيبة بن سعيد، حدثنا حماد، عن المعلىٰ بن زياد، رده إلىٰ معاوية بن قرة، رده إلىٰ معقل بن يسار، رده إلىٰ النبي صلىٰ الله عليه وسلم قال: «العبادة في الهرج كهجرة إلي».[1]

ترجمہ: حضرت معقل بن یسارؓ سے رایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا فساد کے زمانہ میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہے۔

یہ بہت بڑی فضیلت اور نہایت سعادت کی بات ہے کہ ہرج کے ایام میں شرعی تقاضے کے مطابق جو شخص عبادت میں مصروف رہتا ہے اس کا ثواب اتنا زیادہ دیا جاتا ہے کہ گویا اس نے حضور ﷺ کی طرف ہجرت کی ہے اور ہجرت کرنا افضل ترین اعمال میں سے تھا جس کا بیش بہا اجر وثواب روایات میں ذکر کیا گیا ہے۔

اسی باب میں سے وہ رایات بھی ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ آخری زمانے میں جب لوگوں میں بخل اور نفسانی خواہشات کی تابعداری شروع ہوگی، دنیا اور مادیات کو دینیات پر ترجیح دی جانے لگے گی اور عجب وخود پسندی کا دور دورہ ہوگا تو ایسے دور میں دینی

---

[1] صحيح مسلم،باب فضل العبادة في الهرج،ج٤ص٢٢٦٨.

تعلیمات پر استقامت انگارے پکڑنے کے مترادف ہو گی اور ایسے ایام میں دین پر عمل کرنے والے کا ثواب حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں عمل کرنے کی بنسبت پچاس گنا زیادہ ہو گا۔ چنانچہ سنن ابی داوٗد کی روایت ہے جس میں حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بل ائتَمِروا بالمعروف، وتناهَوْا عن المنكَر، حتىٰ إذا رأيتَ شُـحّاً مُطاعاً، وهوىً متبعاً، ودنيا مُؤْثَرَةً، وإعجابَ كلِّ ذي رأي برأيه، فعليكَ -يعني بنفسك- وَدع عنك العَوامَّ، فإنَّ من ورائِكم أيامَ الصبر، الصبرُ فيه مثلُ قبضٍ علىٰ الجَمْر، للعامل فيهم مثلُ أجر خمسينَ رجلاً يعملون مثلَ عمله" وزادني غيره: قال: يا رسول الله: أجرُ خمسين منهم؟ قال: "أجرُ خمسين منكم".[١]

ترجمہ: نیکی کا حکم کرتے رہو اور ایک دوسرے کو برائی سے روکتے رہو یہاں تک کہ تم یہ دیکھو کہ کسی کنجوس آدمی کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفسانی کی اتباع کی جاتی ہے اور دنیا کے پیچھے بھاگا جاتا ہے اور ہر صاحب رائے اپنی رائے کو پسند کر کے اس کو لے کر بیٹھا ہے تو پھر تمہارے ذمہ اپنے نفس کو لازم پکڑنا ہے اور عوام کو اپنی جانب سے چھوڑ دو کیونکہ تمہارے بعد ایسے دن آنے والے ہیں کہ جن میں (دین پر) صبر کرنا ایسا ہے کہ جیسے انگارہ کو پکڑنا۔ ان دنوں میں دین پر عمل کرنے والے کو پچاس عامل افراد کا اجر ملے گا جو اس جیسا عمل کرتے ہیں رواوی کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ

[١] سنن أبي داود ت الأرنؤوط باب الأمر والنهي،رقم الحديث: ٤٣٤١،ج٦ص٣٩٦.

دوسرے راوی نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ کسی صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ: یہ پچاس کا اجر ان میں سے پچاس کا ہوگا؟ فرمایا کہ نہیں تم میں سے پچاس کا۔

شب قدر میں عبادت کی فضیلت

"لیلۃ القدر" یعنیٰ شبِ قدر میں عبادت کرنا بھی اسی باب میں سے ہے چنانچہ قرآن کریم میں یہ اعلان فرمایا گیا ہے کہ یہ ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنیٰ اس ایک رات میں عبادت کرنے کا اجر وثواب ہزار مہینوں کے عبادت کرنے سے زیادہ ہے۔

بگاڑ کے وقت دین پر استقامت کے ساتھ رہنے کی فضیلت

اسی کے ضمن میں وہ روایتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں جن میں امت کے بگاڑ کے وقت دین پر استقامت کے ساتھ رہنے کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، علامہ ابن بطہ رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي لَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ»[1]

ترجمہ: میری امت کے بگڑنے کے وقت جس آدمی نے میری سنت پر عمل کیا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

دوسری سند کے ساتھ "سو شہداء" کی بجائے "پچاس شہداء" جیسا اجر نقل کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

«الْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي لَهُ أَجْرُ خَمْسِينَ شَهِيدًا»[2]

---

[1] الإبلنة الكبري لابن بطة،الكتاب الاول الإيمان، باب ما أمر به من التمسك بالسنة والجماعة، والأخذ بها، وفضل من لزمها، ج١،ص٣٤٤.

[2] الإبلنة الكبري لابن بطة،الكتاب الاول الإيمان، باب ما أمر به من التمسك بالسنة والجماعة، والأخذ بها، وفضل من لزمها، ج١،ص٣٤٢.

ترجمہ: "میری امت کے بگڑنے کے وقت جس آدمی نے میری سنت پر عمل کیا اس کو پچاس شہیدوں کا ثواب ملے گا"۔

یہ بہت بڑی فضیلت ہے، امت میں جب بگاڑ عام ہو جاتا ہے تو دینی تعلیمات کے سانچے میں زندگی گزارنا خاصا مشکل ہو جاتا ہے، ایک آدھ بار دینی تقاضے پر عمل کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہوتا لیکن پوری زندگی اسلامی ہدایات کے مطابق گزاری جائے؟ یہ مشکل اور بہت مشکل مرحلہ ہوتا ہے، لیکن اگر ایک طرف عملی طور پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو دوسری طرف اس پر ملنے والے اجر و ثواب کا انسان تصور کر لے تو بہت زیادہ ہے، جہاد و شہادت سے مشکل کام کیا ہو سکتا ہے؟ اور ایسے آدمی کو ایک نہیں، سو شہیدوں کا ثواب مل جاتا ہے۔

یاد رہے کہ یہاں روایت میں "سنتی" سے مراد آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی پوری زندگی ہے جو اسلامی تعلیمات و ہدایات سے عبارت ہے، محض ایک سنت مراد نہیں ہے۔

چھٹی وجہ: مکانِ عمل

عمل کے انجام دہی کی جگہ مختلف و متفاوت ہو، مثال کے طور پر زید حرم مکی شریف میں چار رکعت نماز پڑھتا ہے اور بکر حرم مدنی شریف میں اتنی ہی رکعت پڑھتا ہے یا خالد مسجد اقصی میں چار رکعت پڑھتا ہے۔ تین افراد مل کر مسجد میں باجماعت نماز پڑھتے ہیں جبکہ تین افراد خارج مسجد جماعت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر وہ جگہ جہاں کسی عمل کی فضیلت منصوص ہو، اس میں متعلقہ عمل انجام دینا اس عمل سے زیادہ افضل متصور ہوگا جہاں یہ فضیلت ثابت نہ ہو۔ اس کی اصل بھی وہی نصوص ہیں جن میں فضیلت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ساتویں وجہ: امور خارجیہ کا ساتھ مل جانا

حضرت شاہ صاحب اس کے تحت فرماتے ہیں: "مثلاً کبھی عمل کا ثواب باعتبار فاعل، مشارک یا مقارن کے زیادہ ہو جاتا ہے، مثلاً ایک رکعت نماز نبی کی یا ہمراہ نبی کے بہتر ہے اس کے علاوہ دوسری نماز سے، ایسا ہی روزہ، صدقہ اور جہاد کہ پیغمبر سے واقع ہو یا پیغمبر کے ہمراہ واقع ہو، ہزاروں درجہ بہتر ہے اس کے علاوہ روسرے روزہ، صدقہ اور جہاد سے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام نے جو اعمال پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کئے، ان کو ان اعمال کی مانند نہ سمجھتے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کئے تھے اور صحیح حدیث میں وارد ہے:

" عمرة في رمضان تعدل حجة معي "

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان مبارک میں عمرہ ادا کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

اور قرآن شریف میں جابجا اس مضمون کی جانب اشارہ فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

"لَكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"۔[1]

ترجمہ: لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان والے ہیں وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اور انہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور وہی نجات پانے والے ہیں۔

---

١ سورة التوبة، ٨٨

شادی شدہ شخص کے عمل کی فضیلت

انہی خارجی عوامل میں سے ایک عمل کرنے والے کا شادی شدہ ہونا بھی ہو سکتا ہے، چنانچہ بعض کتبِ حدیث میں حدیث کے طور پر نقل کیا جاتا ہے کہ شادی شدہ شخص کی دو رکعت نماز غیر شادی شدہ شخص کے ستّر رکعات اور بعض روایات کے مطابق بیاسی (۸۲) رکعات نماز سے بہتر ہے۔ "الافصاح" میں ہے:

عَن أنس رَضِي الله عَنهُ عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم انه قَالَ: رَكْعَتَانِ من المتأهل خير من اثْنَتَيْنِ وَثَمَانِينَ رَكْعَة من العزب.[1]

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: شادی شدہ شخص کی دو رکعت نماز غیر شادی شدہ شخص کی بیاسی (۸۲) رکعات نماز سے بہتر ہے۔

لیکن چونکہ یہ دونوں روایتیں سند کے لحاظ سے ثابت نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین نے ان کو ضعیف جبکہ بعض نے موضوع تک قرار دیا ہیں، اس لئے محض ان غیر ثابت روایات کی وجہ سے ایسا اعتقاد رکھنا شرعاً درست نہیں ہے۔[2]

اسبابِ فضیلت میں تعارض اور حل

اعمال میں باہم فضیلت کے ابھی تک جو سات (۷) اسباب ذکر کئے گئے ہیں، بعض اوقات ان کا آپس میں تعارض بھی پیدا ہو جاتا ہے مثلاً کیفیت و کمیت یعنیٰ وجہ نمبر تین اور چار کا بعض اوقات تعارض قائم ہو جاتا ہے کہ زید نے چار رکعت نفل

---

[1] الإفصاح عن أحاديث النكاح،ص: ٥٢.

[2] ان روایات کی تحقیق کےلئے ملاحظہ فرمائیں:
الفوائد المجموعة،كتاب النكاح،ص: ١١٩. الروض البسام بترتيب وتخريج فوائد تمام، باب: الحثّ على النّكاح، ج٢ص٣٦٥.

نماز تمام آداب و مستحبات کی پابندی اور اہتمام کے ساتھ ادا کی جبکہ عمر نے سو رکعت پڑھے لیکن تمام آداب و مستحبات کا پورا لحاظ نہیں رکھا، اب ان میں سے کونسا عمل زیادہ باعث فضیلت قرار دیا جائے گا جبکہ مقدار میں عمر کا عمل مقدم ہے اور کیفیت میں زید کی نماز افضل ہے۔

اسی طرح زمان و مکان یعنیٰ فضیلت کی وجہ نمبر پانچ اور چھ کے درمیان بھی بسا اوقات تعارض پیدا ہو جاتا ہے اور دیگر اسباب کے درمیان بھی ایسا مرحلہ پیش آتا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح تعارض کے وقت کس عمل کو زیادہ موجب فضیلت قرار دیا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال پر مجازاۃ یعنیٰ اجر وثواب کا معاملہ چونکہ خالص فضل و کرم کا معاملہ ہے جس کا تعلق قیاس وضابطے کے ساتھ کم ہے، اس لئے تعارض کے وقت نصوص ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا اور وحی کے نصوص سے ہی کسی عمل کو دوسرے کی بنسبت زیادہ باعث فضیلت قرار دیا جاسکتا ہے۔

محض عقل سے اس کا فیصلہ نہ کرسکنے کی وجہ یہ ہے کہ اوّلاً تو جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے عمل پر ثواب کا ہونا عقلاً و قیاساً غیر ضروری ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان اسباب کا زیادہ باعث فضیلت ہونا گو نصوص پر مبنی ہے لیکن اس فضیلت کی تفصیلی کیفیت ہر جگہ نصوص میں مذکور نہیں ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ حدید کی آیت نمبر ۱۰ کی بناء پر معلوم ہوتا ہے کہ زمانِ عمل کے فرق کی وجہ سے عمل کی فضیلت میں تفاوت ہو جاتا ہے اور فتح مکہ سے پہلے جو صدقہ وجہاد کیا گیا وہ اس صدقے وجہاد سے افضل وبرتر ہے جو اس کے بعد کیا گیا، لیکن کتنا افضل ہے؟ اوراس فضیلت کی مقدار و معیار کیا ہے؟ یہ بات نص میں ذکر نہیں کی گئی، اس لئے اگر کسی

نے فتح مکہ سے پہلے سو دینار صدقہ کیا تو وہ اس سو دینار کے صدقہ سے یقیناً افضل ہے جو اس کے بعد کیا گیا لیکن اگر بعد میں ہزار دینار صدقہ کر دی جائے تو کیا وہ پہلے کے سو دینار کے صدقے سے بہتر ہے یا اس کے مساوی یا کم؟ اس کا اس نص میں ذکر نہیں کیا گیا ،اس لئے محض عقل سے کسی کو ترجیح دینا مشکل ہے۔

البتہ چونکہ آیت کریمہ میں اصلاً اربابِ عمل کے درجہ ومقام کا ذکر کیا گیا ہے اور دونوں جگہوں میں نفس عمل کا ذکر کیا گیا ہے مقدار عمل کی طرف کوئی تعرض نہیں فرمایا گیا، اس لئے فتح مکہ سے پہلے جن خوش نصیب حضرات نے جہاد وصدقہ کرنے کی سعادت حاصل کی، وہ ان لوگوں سے بہر حال افضل و بہتر ہے جنہوں نے بعد میں یہ نیک اعمال انجام دئے اگر چہ بعد کے اعمال مقدار وکمیت کے لحاظ سے پہلے اعمال کی بنسبت زیادہ ہی ہوں۔

نصوص کی طرف مراجعت کرنے کے بعد جن اسباب فضیلت کی مقدار ومعیار نصوص میں مذکور ہوں تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا اور جن چیزوں کی اجمالی فضیلت مذکور ہو لیکن اس کی کمیت ومقدار کا ذکر نہیں کیا گیا ہو وہاں توقف کرنا ہی احوط ہے اور محض عقل وفکر کی روشنی میں ایسی گھتیاں سلجھانے سے گریز ہی کرنا بہتر ہے۔

مثال کے طور پر رمضان میں نفل پڑھنے اور عام دنوں کے نوافل کے اجر وثواب میں خاصا تفاوت ہے لیکن ایک عام شخص عام ایام میں بیس رکعت پڑھتا ہے اور دوسرا رمضان میں صرف دو رکعت پڑھتا ہے تو کیا ان دونوں اعمال کا ثواب برابر ہوگا یا نہیں؟ جبکہ یہاں مقدار عمل اور زمانِ عمل دو اسباب فضیلت میں تعارض سا معلوم ہوتا ہے تو نصوص کی طرف مراجعت کرنے کے بعد واضح ہوا کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ

کے خصوصی فضل وانعام کی وجہ سے نفل فرض کے برابر ثواب کا باعث بن جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ بیس رکعات نفل دو رکعت فرض کے برابر نہیں ہے اس لئے یہ دو رکعت اجر وثواب کے لحاظ سے زیادہ ہیں۔ ایک شخص یہاں پاکستان میں سو نمازیں پڑھتا ہے اور دوسرا سعادت مند حرم شریف جاکر وہاں ایک نماز پڑھ لیتا ہے، اسی طرح ایک آدمی عام ایام میں دس فرائض ادا کرتا ہے اور دوسرا خوش نصیب رمضان میں ایک فرض ادا کرلیتا ہے تو دونوں کا ثواب برابر ہے یا نہیں؟ جبکہ مقدار کے لحاظ سے پہلے شخص کا عمل بڑھا ہے اور مکان /زمان عمل کے لحاظ سے دوسرے کا عمل باعث فضیلت معلوم ہوتا ہے !نصوص کی طرف مراجعت کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ دوسرے شخص کا عمل زیادہ موجب اجر وثواب ہے۔

باب سوم:
عصری و تطبیقی لحاظ سے فضیلت کا جائزہ، قوادح فضیلت، تفاضل سے متعلق رائج غلط فہمیاں

تمہید و اہمیت

فضائل حاصل کرنے کا جذبہ اس وقت بھی ہمارے معاشرے میں کسی حد تک موجود ہے، گو کم ہے اور مجموعی افراد و تعداد کے لحاظ سے شاید نہ ہونے کے برابر ہے تاہم جو کچھ ہے، اس پر بھی خدا تعالیٰ کا بہت شکر ہے کہ اس گئے گزرے دور میں اس طرح کے دینی جذبات اور اخروی خواہش جنم لیتے ہیں، ورنہ اکبر الہ آبادی کے بقول تعجب و حیرت کی بات تو یہ ہے کہ:

اکبر اس دور میں خدا کا نام لیتا ہے

بہر حال، فضائل حاصل کرنے کا جذبہ اگرچہ موجود ہے لیکن اس سے کام لینے میں متعدد غلطیاں در آتی ہیں جن کی وجہ سے مقصود حاصل ہونے سے دوری مقدر کا حصہ بن جاتی ہے، یہاں ان اہم غلطیوں کی نشاندہی کرنا مقصود ہے تاکہ ان کا ازالہ کیا جا سکے اور مقصود تک رسائی حاصل کرنے میں رکاوٹ نہ رہے۔

پہلی غلطی: شرائط کا لحاظ نہ رکھنا

بہت سے لوگوں کی عادت ہے کہ کسی عمل کی فضیلت سن کر اس کو اختیار کر لینا شروع کرتے ہیں، وہ پوری نیک نیتی کے ساتھ ایسا کر رہے ہوتے ہیں لیکن غلطی یہ کرتے ہیں کہ متعلقہ عمل کی شرائط کا لحاظ نہیں رکھتے بلکہ اس کی ظاہری ترکیب و ڈھانچہ کو ہی کافی سمجھ لیتے ہیں۔

مثال کے طور پر کچھ لوگ رمضان کے مہینہ میں تلاوت کرنے کا ثواب اور اس کی غیر معمولی فضیلت سن لیتے ہیں تو اس کا اہتمام کرنا شروع کر لیتے ہیں، زیادہ سے زیادہ ثواب وفضیلت حاصل کرنے کے جذبے میں وہ تلاوت کے مستحب تو درکنار، ضروری ضوابط تک کا بھی لحاظ نہیں رکھتے، بلکہ قدم قدم پر لحن جلی اور لحن خفی کا ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ خدا کی راہ میں نکلنے کی اہمیت اور اس کا ثواب سنتے ہیں تو اس راہ میں ایسے لگ جاتے ہیں کہ ضروری دینی حقوق کو بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ ذکر ومراقبہ کی فضیلتیں حاصل کرنے کے لئے نماز اور جماعت تک کی بھی قربانی دیدی جاتی ہے۔

عمل قبول ہونے کی شرائط

رہاں یہ سوال کہ عمل قبول ہونے کی شرائط کیا ہیں؟ وہ کونسی ضروری باتیں ہیں جن کے بغیر نیک اعمال قبول نہیں ہوتے تاکہ ان کی رعایت رکھی جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بنیادی طور پر تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا:

ا: شرعی تعلیمات کے مطابق عمل انجام دینا۔ اگر کوئی عمل شرعی ضروری ہدایات کے خلاف ہے تو قبول نہیں ہے، مثال کے طور پر کوئی شخص بے وضوء نماز پڑھے، روزہ اور حج وغیرہ کے بجالانے میں ضروری شرائط کی مخالفت کرے۔

۲: اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ عمل انجام دینا۔ کوئی عمل ظاہری شکل وصورت میں نیک ہی کیوں نہ ہو لیکن جب تک پورے اخلاص کے ساتھ اس کو انجام نہ دیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت کے لئے صرف کسی عمل کا ظاہری طور پر نیک اور نیکی ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ خلوص واخلاص کا ہونا بھی ضروری ہے۔ "سنن نسائی" میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا، وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ»[1]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا مگر اس عمل کو جو خالص اسی کے واسطے ہو اور اس کے کرنے سے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔

۳: عمل کرنے والا کا متّقی ہونا۔ قرآن کریم میں یہ اعلان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں ہی سے (کوئی عمل) قبول فرماتے ہیں، ارشاد خداوندی ہے:

{إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ} [المائدة: ٢٧][2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں سے ہی قبول فرماتا ہے۔

دوسری غلطی: گناہ سے بچنے کا اہتمام نہ کرنا

دوسری غلطی یہ کی جاتی ہے کہ مختلف قسم کے فضیلت والے اعمال کا اہتمام تو کیا جاتا ہے لیکن ان کے ساتھ ساتھ گناہوں سے بچنے کا زیادہ اہتمام نہیں کیا جاتا، فضیلت اور نیکیاں حاصل کرنے کے لئے تو وقت اور جذبات کی بہت کچھ قربانی دیدی جاتی ہے لیکن اس کی بنسبت گناہوں سے بچنے کے لئے کچھ زیادہ قربانی برداشت کرنے کی زحمت نہیں کی جاتی، حالانکہ فضائل حاصل کرنے کا مقصود اگر اخروی درجات و مراتب پر فائز ہونا ہے تو اس کے لئے گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہے۔ تو ہمیں یہ ترغیب دی گئی ہے کہ مستحبات سے زیادہ اہمیت کی حامل چیز گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے، چنانچہ "سنن ابن ماجہ" میں ہے:

---

١ سنن النسائي، كتاب الجهاد، من غزا يلتمس الأجر والذكر، ج٦، ص٢٥.

٢ المائدة، ايت ٢٧.

عن أبي ذر، قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: "لا عقل كالتدبير، ولا ورع كالكف".[1]

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تدبیر کے برابر عقل مندی نہیں اور پرہیز گاری اجتناب واحتیاط کے برابر نہیں۔

نیز اس بات میں کوئی حیرت وتعجب نہیں ہے کہ ایک حرام کام کا ارتکاب انسان کے لئے سینکڑوں مستحب کاموں کی افادیت واہمیت ختم کرنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے، اس دوسری غلطی سے نہ بچنے کا انجام یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنی سمجھ اور خواہش کے مطابق مستحبات جمع کرتا رہتا ہے اور پُر امید ہوتا ہے کہ آخرت میں کچھ درجات پائے گا لیکن جن گناہوں اور محرمات کا ارتکاب کیا ہو گا، ان کی وجہ سے وہ کوئی خاص درجہ پانے سے محروم رہے گا۔

تیسری غلطی: دینی واجبات کی پوری پابندی نہ کرنا

فضائل حاصل کرنے کے شوق میں تیسری بڑی غلطی یہ کی جاتی ہے کہ دینی واجبات کی تکمیل کا زیادہ اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اس کی بیسیوں صورتوں میں سے کچھ شکلیں درج ذیل ہیں:

۱: ذکر اور درود شریف کے فضائل حاصل کرنے کے لئے بہت سے لوگ باجماعت نماز تک کی قربانی دیدیتے ہیں۔

[1] سنن ابن ماجه،ابواب الزهد،باب الورع والتقوى، ج٥،ص٣٠٠.

۲: کوئی شخص مسجد میں حاضر ہوا، دیکھتا ہے کہ ایک رکعت ہو چکی ہے تو تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے مسجد کی جماعت چھوڑ دیتے ہیں۔

۳: نفل و تلاوت وغیرہ مستحسن کاموں کے لئے واجب جہاد اور واجب دعوت چھوڑ دیتے ہیں۔

۴: کسی کے ذاتی حالات ایسے ہیں جن میں شادی کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس کے بغیر مختلف گناہوں کا شکار ہو جاتا ہے، لیکن استطاعت رکھنے کے باوجود مختلف قسم کی نیکیاں حاصل کرنے کے لئے شادی معطل یا موخر کر دیتے ہیں۔

۵: بچے / بچی یا زیر تربیت و کفالت شخص کی شادی کو درج بالا تفصیل کے مطابق معطل یا موخر کر دیتے ہیں۔

٦: امت کی اجتماعیت سے متعلق بعض کام ایسے ہیں جو بعض اوقات بعض افراد کے حق میں واجب ہو جاتے ہیں لیکن وہ ان کو چھوڑ کر کسی انفرادی نیکی اور فضیلت حاصل کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ فضائل سے متعلق اس وقت بعض حلقوں میں ایک عملی کمزوری یہ دیکھنے میں آتی ہے کہ وہ فضائل حاصل کرنے اور جمع کرنے کے شوق میں اس قدر مگن ہو جاتے ہیں کہ دینی فرائض اور واجبات بھی بعض اوقات فوت ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

اس کا عام طور پر منشا یہ ہوتا ہے کہ جن مندوب کاموں کے وہ درپے ہوتے ہیں، ان کے کچھ خاص فضائل و فوائد نصوص میں ذکر ہوتے ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں جن واجبات کی ادائیگی میں ان سے کوتاہی ہو جاتی ہے، ان کے کچھ مخصوص فضائل

مشہور نہیں ہوتے۔ حالانکہ غور کیا جائے تو لفظ "واجب" خود بہت بڑی فضیلت کا موجب ہے، جو عمل اس درجہ کا ہو، اس کے متعلق نصوص میں اگر کوئی خاص فضیلت نہ بھی وارد ہو، تو بھی وہ بہت سے مندوب فضائل سے زیادہ اہم اور اخروی ثواب و ترقی کا باعث ہے۔

چوتھی غلطی: آخرت کے فیصلے کی نوعیت نہ سمجھنا

آخرت کے طالب اور وہاں کی کامیابی و کامرانی کے شوقین کے پیش نظر یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ آخرت میں فیصلہ "مفرد اعمال" پر نہیں ہوگا بلکہ "مرکب نامہ اعمال" پر ہوگا، لہٰذا یہ نہیں ہوگا کہ کسی شخص کے مجموعہ اعمال کو دیکھے بغیر یہ فیصلہ ہو جائے کہ جس شخص نے فلان یا فلاں کام کئے ہوں، وہ جنت میں چلے جائیں بلکہ تمام اعمال کو دیکھا پرکھا جائے گا اور ان کے مطابق فیصلہ ہوگا، لہٰذا اگر کوئی شخص واقعۃً وہاں کے بلند درجات کی دل میں امنگ رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ محض ایک دو یا چند فضائل جمع کرنے پر بالکل اکتفاء نہ کریں بلکہ مجموعہ اعمال کی فکر کریں، اور اس کو اس قابل بنائیں جس کی بناء پر وہ اخروی درجات و مراتب حاصل کر سکیں، ظاہر ہے کہ ایسا تبھی ہو سکتا ہے جبکہ فرائض اور واجبات کی پوری پابندی کرتا رہے۔

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمہ اللہ ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اس قسم کی آیات اور احادیث پر غور کرتے وقت ایک اصولی بات یہ بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ اس قسم کی بشارتوں میں متکلم کا مقصد اور مطمحِ نظر کسی عمل خیر کی ذاتی خاصیت اور اس کا اصلی اثر بتلانا ہوتا ہے، قطعِ نظر اس سے کہ اگر دوسرے اعمال کا تقاضا اس کے خلاف ہو، تو پھر انجام کیا ہوگا اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ طب کی کتابوں میں اسی اصول پر دواؤں کے خواص بیان کئے جاتے ہیں، مثلاً لکھا جاتا ہے، کہ جو شخص اطریفل

استعمال کرتا رہے گا، وہ ہمیشہ نزلہ سے محفوظ رہے گا، اب اس سے یہ سمجھ لینا کہ جو شخص اطریفل کھانے کے ساتھ ساتھ تیل، ترشی وغیرہ (انتہائی درجے کی نزلہ پیدا کرنے والی) چیزیں بھی برابر کھاتا رہے، اس کو بھی کبھی نزلہ نہیں ہوگا، سخت نافہمی اور اطبا کے طرزِ کلام سے ناواقفی ہے۔

اس اصول کی روشنی میں اس قسم کی حدیثوں کا مدعا صرف اتنا ہی ہے کہ توحید و رسالت کی شہادت کا ذاتی اقتضاء یہی ہے کہ ایسا آدمی عذاب دوزخ سے محفوظ رہے، اور جنت میں جائے، لیکن اگر اس نے اپنی بدبختی سے کچھ ایسے بد اعمال بھی کئے ہیں جن کا ذاتی اقتضاء قرآن و حدیث میں عذاب پانا، اور دوزخ میں جانا ہی بتلایا گیا ہے، تو ظاہر ہے کہ وہ بھی اپنا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہی دکھائیں گے۔

اگر یہ چھوٹا سا نکتہ ملحوظ رکھا جائے، تو وعدہ و وعید اور ترغیب و ترہیب کے سلسلہ کی صدہا حدیثوں کے بارے میں لوگوں کو غلط فہمی اور اس کی وجہ سے جو الجھن پیدا ہوتی ہے، وہ ان شاء اللہ ختم ہو جائے گی۔"[1]

پانچویں غلطی: نیکی کو حد سے بڑھانا

ایک غلطی یہ بھی کی جاتی ہے کہ جس کام کی فضیلت کا دل میں احساس پیدا ہوا، اس پر اتنے اصرار اور پابندی کے ساتھ عمل شروع کیا جاتا ہے جس سے بسا اوقات شرعی حدود پامال ہو جاتے ہیں، نفل و مستحب کام کو اپنے حدود سے بڑھا کر ضروری سمجھا جانے لگتے ہیں یا ضروری اعمال جیسا تعامل برتنا شروع کرتے ہیں، انفرادی کام ہو تو اس کو اجتماعیت کے ساتھ جوڑ کر اجتماعی بنایا جاتا ہے، فضیلت کا تعلق کسی خاص وقت یا شکل کے ساتھ خاص نہیں ہوتا، لیکن حصولِ فضیلت کے جذبے میں حد سے تجاوز کر کے

---

[1] معارف الحدیث ج۱ص۸۰.

اس اصل سادے سے عمل کو خاص اوقات اور خاص صورتوں کے ساتھ جوڑ لیا جاتا ہے ۔اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ فضیلت کا حاصل کرنا تو درکنار، ایسا کرنے والا یوں ہی گناہ گار ہو جاتا ہے، نیک جذبے اور عملی محنت کے باوجود بھی گناہ مقدر ہو، یہ کتنے ہی افسوس کی بات ہے۔اس غلطی کا بڑا منشا دینی علم سے دوری اور ناواقفیت ہے، اس لئے یا تو خود ہی ان باتوں کو اچھی طرح سیکھ لیا جائے اور یا ہر اہم بات کسی مستند عالم دین سے دریافت کر کے عمل کیا جائے۔

تحصیل فضیلت کے لئے گناہوں سے بچے رہنے کی اہمیت

اگر شرعی تعلیمات پر غور کیا جائے تو یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ فضائل کا مقصود حاصل کرنے کے لئے گناہوں سے بچے رہنا ضروری ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ فضائل کی عمومی حیثیت مندوب ومستحب کی ہوتی ہے جو فرائض کی تکمیل کے لئے ہوتے ہیں، قیامت کے دن واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کی بنیاد پر جزا سزا ہو گی، ان ابواب میں کوئی کمی رہے تو مستحبات ومندوبات سے اس کی تلافی کی جائے گی۔ لہٰذا فضیلت اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو دینی واجبات کا چھوڑنے والا یا منکرات پر عمل پیرا ہونے والا نہ ہو، ورنہ تو فضیلت کے اعمال سے فضیلت حاصل نہ ہو گی بلکہ قانون کے مطابق واجبات اور منکرات کے باب میں کوتاہی کا جبیرہ بن جائے گا۔

اور جبیرہ میں بھی گنتی کا لحاظ نہیں ہو گا کہ مثلاً ایک واجب چھوٹ گیا ہے تو اس کے بدلے ایک مستحب کام رکھا جائے، یا ایک گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اس کے عوض ایک مستحب کام کو لیا جائے بلکہ وزن اور کیفیت کے لحاظ سے حساب وتلافی کی جائے گی، جس میں ایک واجب چھوڑنے یا حرام کام کرنے کے عوض سینکڑوں ہزاروں مندوبات بھی منہا کئے جاسکتے ہیں۔

بندہ عبید الرحمن عفی عنہ، مردان، ۱۷ شعبان ۱۴۴۲ھ

مصادر و مراجع

- ❖ الكليات، المؤلف: أيوب بن موسى أبو البقاء الحنفي (المتوفى: ۱۰۹۴ھ-)
- ❖ جامع العلوم في اصطلاحات الفنون، المؤلف: قاضي عبد النبي بن عبد الرسول نكري (المتوفى: ق ۱۲ھ-)
- ❖ النبراس شرح شرح العقائد، عبد العزیز فرھاروی رحمہ اللہ
- ❖ المفردات في غريب القران، المؤلف: حسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهاني (المتوفى: ۵۰۲ھ-)
- ❖ صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري
- ❖ صحيح مسلم، المؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسن النيسابوري (المتوفى: ۲۶۱ھ-)
- ❖ سنن النسائي، المؤلف: أحمد بن شعيب، النسائي (المتوفى: ۳۰۳ھ-)
- ❖ مسند أحمد، المؤلف: أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني (المتوفى: ۲۴۱ھ-)
- ❖ مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين، المؤلف: علامہ ابن القیم رحمہ اللہ الميسر في شرح مصابيح السنة، المؤلف: فضل الله بن حسن التُّورِبِشْتِي (المتوفى: ۶۶۱ھ-)
- ❖ إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام، المؤلف: ابن دقيق العيد
- ❖ فتح الباري لابن حجر، المؤلف: حافظ بن حجر عسقلاني رحمہ اللہ
- ❖ تفسير الطبري، المؤلف: محمد بن جرير أبو جعفر الطبري (المتوفى: ۳۱۰ھ-)
- ❖ شرح النووي على مسلم، المؤلف: محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: ۶۷۶ھ-)

❖ مرقاۃ المفاتیح، المؤلف: ملا علی قاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۰۱۴ھ-)

❖ التمھید لما في الموطأ من المعاني والأسانید، المؤلف یوسف بن عبد اللہ القرطبي (المتوفی: ۴۶۳ھ-)

❖ المغني، المؤلف: عبد اللہ بن أحمد الشھیر بابن قدامۃ المقدسي (المتوفی: ۶۲۰ھ-)

❖ الھدایۃ، المؤلف: علي بن أبي بکر المرغیناني، (المتوفی: ۵۹۳ھ-)

❖ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ

❖ ارشاد الطالبین اردو ترجمہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتّی صاحب

❖ عمدۃ السلوک، مولانا زوار حسین شاہ صاحب

❖ نیل الأوطار، المؤلف: محمد بن علي الشوکاني (المتوفی: ۱۲۵۰ھ-)

❖ سنن أبي داود، المؤلف: أبو داود سلیمان بن الأشعث السِّجِسْتاني (المتوفی: ۲۷۵ھ-)

❖ المنھل العذب المورود شرح سنن أبي داود، المؤلف: محمود محمد خطاب السبکي

❖ الإبانۃ الکبري لابن بطۃ، المؤلف: عبید اللہ بن محمد المعروف بابن بَطَّۃ العکبري (المتوفی: ۳۸۷ھ-)

❖ الإفصاح عن أحادیث النکاح، المؤلف: ابن حجر ھیثمي رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۷۴ھ-)

❖ الفوائد المجموعۃ، المؤلف: محمد بن علي الشوکاني (المتوفی: ۱۲۵۰ھ-)

❖ الروض البسام بترتیب و تخریج فوائد تمام، المؤلف: جاسم بن سلیمان حمد الفھید الدوسري

❖ سنن ابن ماجہ، المؤلف: أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزویني، (المتوفی: ۲۷۳ھ-)

❖ معارف الحدیث، مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمہ اللہ